

اُفتِ یہ لڑکی

از

شبانہ مختار

SARBAKAF PUBLICATIONS

www.sarbakaf.com

اُف یہ لڑکی

از

شبانہ مختار

SARBAKAF PUBLICATIONS

www.sarbakaf.com

تفصیلات

نام	: اُف یہ لڑکی
زبان	: اردو
مصنفہ	: شبانہ مختار
ایڈٹنگ، سرورق	: شکیب احمد
ایڈیشن	: اول
سن اشاعت	: اپریل ۲۰۱۸ء / رجب المرجب ۱۴۳۹ھ
میدان اشاعت	: آن لائن، برقی کتاب (Online, E-book)
زمرہ	: فکشن
شائع کردہ	: سربکف پبلیکیشنز
ویب	: Sarbakaf.com
قیمت	: ۵۰ ہندوستانی روپے (50/- INR)
تنبیہ: اس برقی کتاب کو بلا اجازت تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنا منع اور اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔	

”سربکف“ سے رابطہ

ای میل

SarbakafGroup@gmail.com

موبائل

+918956704184

Publisher, Founder & Owner Shakeeb Ahmad published this book. All Rights Reserved.

انتساب

ان سارے لوگوں کے نام

جنہیں لوگ سمجھ نہیں پاتے

جو preconceived notion کا نشانہ بنتے ہیں

جو اس کہانی کے کرداروں سے ریلیٹ کر سکتے ہیں



پیش رس

ہم وہ سنتے ہیں، جو ہم سننا چاہتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں، جو ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ یاد رکھتے ہیں، جو ہم یاد رکھنا چاہتے ہیں۔

اور بعض دفعہ ہم دوسروں کے کانوں سے سنتے ہیں، دوسروں کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، دوسروں کا کہا یاد رکھتے ہیں۔

لیکن حقیقت کچھ اور بھی تو ہو سکتی ہے؟

میری یہ کہانی ایک "ہلکی پھلکی کہانی" کی کیٹیگری میں شامل کی جا سکتی ہے۔ یہ میں نے کسی مذہبی، معاشرتی یا کسی بھی حساس موضوع پر نہیں لکھا۔ اور اس میں ہلکے پھلکے انداز میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، جو ہم کسی انسان کے بارے میں فرض کر لیتے ہیں، بنا جانے کہ یہ انہیں ہرٹ کر سکتا ہے۔ اتنا کہ ان کی شخصیت اندرونی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے۔ ہم اپنے اصولوں، اپنی پسند، اپنی لغت کے حساب سے لوگوں کو "عجیب"، "ابنار مل"، "بچکانہ"، "کھڑوس" اور جانے کن کن ناموں سے ٹیگ کر دیتے ہیں۔ اور پھر یہی ان لوگوں کہ پہچان بن جاتی ہے۔ کون سوچنے کی زحمت کرتا ہے کہ سچائی کیا ہے؟ کون سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ وجہ تسمیہ کیا ہے؟

کچھ خوش قسمت ہوتے ہیں، سب sort out ہو جاتا ہے۔ جو بہادر ہوتے ہیں، وہ سروائیو کر جاتے ہیں۔ باقی اسٹرگل میں ہی زندگی گزار دیتے ہیں۔ میں نے کچھ عزیز لوگوں کو ایسی deal قسم کی سچویشن سے جو جھٹے دیکھا ہے۔ امید ہے کہ ہم کسی پر ایسا اسٹریس ڈالنے کا باعث نہ بنیں۔ یہ میری پہلی کہانی نہیں ہے، لیکن سب سے پہلے پبلش ہونے جا رہی ہے۔ آن لائن ہی سہی۔ ہائی سپیڈ انٹرنیٹ کا زمانہ ہے۔ میں، اور میرے جیسے بہت سے قارئین اب سافٹ کاپی پڑھنے کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ پڑھئے گا ضرور اور اپنی رائے سے آگاہ کیجئے۔

سر بکف پبلیکیشن کا شکریہ، آن لائن پبلشنگ کا ذمہ لینے کے لیے۔ اور مجھے لگاتار بڑھاوا دینے کے لئے۔

والسلام

شبانہ مختار

اُف یہ لڑکی

اے پگلی لڑکی

اے پگلی لڑکی

اے پگلی

اے پگلی

کہاں تو جا رہی ہے

کہاں کا یہ سفر ہے

کوئی منزل نہیں ہے

کوئی جاہ نہیں ہے

کہ دل میں مایوسی ہے

عجب سی بے بسی ہے

گھٹن سی ہو رہی ہے

بہت حسرت بھری ہے

اے پگلی لڑکی

اے پگلی لڑکی

اے پگلی

اے پگلی

بہت جذب سے اس نے نظم ختم کی۔ اور سب کی طرف داد طلب نظروں سے دیکھا۔

"یہ نظم نہیں ہے۔" انس بولا۔

"ہاں، یہ تو ہانیہ نے خود پہ قصیدہ لکھا ہے۔" حیدر نے بھی سنجیدگی سے ہاں میں ہاں ملائی۔ اور دونوں منہ

پھاڑ کر ہنسنے لگے۔

عموماً ویک اینڈ پر یہی ہوتا تھا۔ سارے ایک جگہ جمع ہو جاتے اور وہ ہنگامہ کرتے کہ الامان۔ صفدر صاحب تھوڑے سخت مزاج تھے، اس لیے آمنہ بیگم کے بچے بھی یہاں آ جاتے، اور ڈیڈی کی بجائے

نانی کی ڈانٹ برداشت کر لی جاتی۔ ہانیہ بی بی سب سے چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ زیادہ ہی "معتلمد" بھی ثابت ہوئی تھیں۔ ہمہ وقت اس کی "سجیدہ بردبار کہانیاں" ہوتیں اور باقیوں کے شکوفے۔



آئے دن کے دنگوں فساد سے پریشان ہو کر علی مرتضیٰ کشمیر سے آکر بھوپال میں بس گئے تھے۔ اس کے بعد سے گاؤں سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اولاد بھی ظاہر ہے انہی کے نقش قدم پر چلتی۔ علی مرتضیٰ کے دو بیٹے تھے۔ سفیر علی اور وزیر علی۔ دونوں کو شاعری بھی کا شوق تھا۔ اپنے شہر اور اطراف میں کافی مقبول ہوئے تھے۔

سفیر علی کی زندگی کم تھی۔ بیوہ جہاں آرا بیگم (دادی اماں) اور اکلوتی بیٹی فاطمہ کو پیچھے چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ جہاں آرا بیگم اب بھی یہیں تھیں۔ فاطمہ کی شادی کانپور میں ہوئی تھی۔ چار سال پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ بیٹے وقاص کے ساتھ وہیں رہتی تھیں۔ فون پر رابطہ رہتا تھا، یا خوشی غمی میں ملاقات ہوتی تھی۔

وزیر علی (باباجان) کی شادی ندرت خانم (اماں بی) سے ہوئی تھی۔ لکھنؤ کا میکہ تھا۔ ادب سے بھی لگاؤ تھا۔ گھر کا ماحول کافی ادبی ہوا کرتا تھا۔ اس کے باوجود اگلی نسل ادب کی طرف اتنی مائل نہ تھی۔ وزیر علی کو اکثر اس بات کا قلق ہوتا تھا۔ لیکن کبھی بچوں کے فیصلوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہ کی۔

کھاتے پیتے گھر کے تھے۔ ایک بڑا دو منزلہ مکان تھا۔ پہلے ایک ایک منزل اور سفیر کی فیملیز کے استعمال میں تھی۔ سفیر علی نہ رہے، تو جہاں آرا بیگم کو گھر کی مالیت کا آدھا حصہ دے کر اب اوپر کے پورشن میں بھی وزیر علی کی فیملی ہوتی تھی۔

وزیر علی کے تین بچے تھے۔ بیٹا امین، بیٹی آمنہ اور چھوٹا بیٹا امان۔ تینوں شادی شدہ آل اولاد والے تھے۔ آمنہ کا گھر قریب ہی تھا۔ دونوں بیٹے سول انجینیر تھے۔ امین اور آمنہ کی شادیاں ایک ساتھ ہوئی تھیں، امان کی ان کے ایک سال بعد۔ لیکن اولاد کی نعمت سے اللہ نے پہلے انہیں نوازا تھا۔

امین علی اور ان کی بیگم زبیدہ کی دو بیٹیاں تھیں، دانیہ اور ہانیہ۔
آمنہ بیگم اور صفدر احمد کے تین بچے تھے۔ شازیہ، حیدر اور نازیہ۔
امان علی اور طاہرہ کے تین بچے تھے۔ مونس، فائزہ اور انس۔

بڑے سے لان میں ایک طرف پارکنگ کے لئے شیڈ بنا ہوا تھا۔ چھوٹے سے برآمدہ میں دو دروازے تھے۔ بائیں سائیڈ والا دروازہ ایک درمیانہ سائز کے کمرہ میں کھلتا تھا، جو پہلے پہل ادبی محفلوں کے لئے مختص تھا اور اب مردانہ بیٹھک کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ دوسرا دروازہ بڑے سے لاؤنج میں کھلتا تھا۔ مہمانوں کی آمد پر یہیں رونق لگتی تھی۔ اوپری منزل کی سیڑھیاں بھی یہیں تھیں۔ بائیں طرف چار کمرے تھے۔ تین کمروں میں بالترتیب اماں بی اور باباجان، دادی اماں، امین اور زبیدہ رہائش پذیر تھے۔ چوتھا کمرہ دانیہ اور ہانیہ کا تھا۔

لاؤنج سے اندر کی طرف بڑھو تو دونوں دادیوں کا تخت تھا۔ کھانے کے مینو سے لے کر دعوت کے نیوتے تک ہر چیز یہیں طے پاتی تھی۔ کھانے کے لیے دسترخوان بھی یہیں بچھتا تھا۔ ساتھ ہی کچن تھا۔ یا پھر کسی کو اکیلے بے وقت کھانا ہو تو کچن میں جا کر پیڑھی پر بیٹھ کر کھا لیتے۔

پیچھے بڑا سا آنگن تھا۔ وہیں واشنگ مشین رکھی تھی اور کپڑوں کو پھیلانے کے لئے ڈوریاں بندھی تھیں۔ آنگن کے کونے میں دو کمرے تھے، جہاں ثروت بوا رہتی تھیں۔ ان کا بیٹا مظفر ڈرائیور تھا۔ بیوی پروین اور دو لڑکے۔ سامنے کے داخلی دروازے کے علاوہ آنگن میں بھی ایک دروازہ تھا۔ جب مہمان ہوتے اور بچے کالج سے آتے تو صحن کے دروازے سے ہی اندر آتے تھے۔

اوپر سات کمرے تھے۔ ایک اسٹڈی روم کم لائبریری بھی تھی۔ باباجان اپنا بیشتر وقت یہیں گزارتے تھے۔ سب کے علیحدہ علیحدہ کمرے تھے۔ عموماً تینوں لڑکیاں بیشتر وقت ایک کمرہ میں ہی رہتی تھیں۔ باقی کے کمروں میں مہمانوں کو ٹھہرایا جاتا تھا۔

موننس گھر بھر میں پہلا بچہ تھا۔ ظاہر ہے، بے حد چہیتا تھا۔ اس کے بعد زبیدہ اور طاہرہ کے ہاں بیٹیاں ہوئیں۔ ایک دو سال کے وقفہ سے باقی بچے ہوئے۔ ماشاء اللہ بھرا پرا خاندان تھا۔ چچی کے موننس کے بعد تائی کی دانیہ، پھر پھوپو کی شازیہ اور حیدر۔ چچی کے انس اور فائزہ، پھوپو کی نازیہ اور آخر میں تائی کی ہانیہ۔

موننس تھوڑا الگ تھلگ، سنجیدہ و رنجیدہ سا رہتا تھا۔ بچپن کے لاڈ اور توجہ نے اسے بگاڑا تو نہیں تھا، لیکن باقی بچوں کی بہ نسبت سنجیدہ مزاج ہو گیا تھا۔ ایک بڑی سے فرم میں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کی جاب کر رہا تھا۔ دانیہ اور شازیہ گھر کی بڑی لڑکیاں تھیں، تھوڑی ذمہ دارانہ طبیعت بھی پائی تھی۔ شازیہ نے گریجویشن کے بعد آگے پڑھائی سے منع کر دیا تھا۔ دانیہ ایم اے کے فائنل ایر میں تھی۔

حیدر اور انس جولی اور شرارتی تھے۔ حیدر نے ایم بی اے کیا تھا اور ابھی انٹرن شپ کر رہا تھا۔ انس انجینئرنگ کے تیسرے سال میں تھا۔ نازیہ، فائزہ اور ہانیہ تقریباً ہم عمر تھے۔ نازیہ اور فائزہ آرٹس پڑھ رہی تھیں، تھرڈ ایر چل رہا تھا۔ ہانیہ نے پچھلے سال سائنس میں ایڈمیشن لیا تھا۔



مونس کی کار پورچ میں داخل ہوئی۔ لان پر ہانیہ ایک پیر اوپر کیے، ایک پیر پر اچھل اچھل کر لٹو کی طرح گھوم رہی تھی۔ پروین کے دونوں بچے اسے محویت سے یہ کرتب دکھاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ پھر اس کا توازن بگڑا۔

"آہ۔۔۔ آ آ آہ۔ اللہ۔"

وہ کہنی کے بل گری تھی۔ بچے بے ساختہ ہنس پڑے تھے۔ ہنسا تو مونس بھی تھا۔ کسی کو گرتا ہوا دیکھ کر ہنسی پر قابو کہاں رہتا ہے۔ اندر جا کر اس نے فائزہ کو آواز دی۔

"باہر دیکھو۔ ہانیہ کو چوٹ لگی ہے۔" اور اوپر اپنے کمرہ میں چلا گیا۔

فائزہ بنا ری ایکٹ کیے باہر چلی گئی۔ یہ اطلاع ہر ہفتے ہی کم از کم ایک بار، کسی نہ کسی سے ملتی تھی کہ ہانیہ کو چوٹ لگی ہے۔ کوئی کب تک پریشان ہو۔

سب سے چھوٹی تھی۔ لاڈ پیار میں اب تک بچی ہی بنی ہوئی تھی۔ قد بڑھ گیا تھا۔ عادتیں اب بھی معصوم اور بچکانہ تھیں۔ بلا جھجک بولنا، ہر بات میں اپنی رائے دینا، ہانیہ کا فیوریٹ کام تھا۔ کوئی اسے سیریلی لیتا ہی نہ تھا۔ یہ اور بات کہ کالج میں ایڈمیشن کے بعد وہ خود کو بہت معتبر سمجھنے لگی ہو۔

یوں تو ساری بچیوں میں کشمیری ددھیال کا اثر تھا اور سبھی سرخ و سفید اور خوبصورت تھیں۔ لیکن ہانیہ کی بات ہی کچھ اور تھی۔ بے حد پیاری تھی۔ بڑی بڑی لائٹ براؤن انکھیں، لائٹ براؤن سنہری مائل بال جو ہمیشہ اونچی پونی میں بندھے رہتے۔ گلابی رنگت، جو بات بے بات رونے سے مزید گلابی ہو جاتی۔ اور گالوں میں پڑنے والے گہرے گڑھے، جن میں انسان ڈوب کر باہر نہ آپائے۔

چچی کو ساری لڑکیوں میں ہانیہ سب سے پیاری تھی، فائزہ سے بھی زیادہ۔ اگر خاموش رہتی تو مسکراتی ہوئی حسن کی مالک تھی۔ لیکن یہ گڑیا بولتی تھی۔ اور خوب بولتی تھی۔ چھوٹی تھی تو ایک سوا

سال تک کچھ بولتی نہ تھی۔ جب بولنا شروع کیا تو شوق کے مارے سب اسے سارا وقت مختلف الفاظ اور جملے بولنے کی مشق کرواتے رہتے۔ سارا وقت باتیں کرنے کی ایسی عادت پڑی کہ اب تک باقی تھی۔



کالج میں گید رنگ ہو رہی تھی۔ جن لوگوں نے کسی پروگرام میں حصہ لیا تھا، وہ اپنی تیاری میں مصروف ہوتے۔ باقی سبھی لوگ ادھر ادھر گھومتے رہتے۔ ہانیہ کی کلاس کے آدھے سے زیادہ اسٹوڈنٹس بھی گراؤنڈ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ خود کو مصروف رکھنے کے لئے وہ لوگ مختلف موضوعات پہ تبصرہ کر رہے تھے۔ شاید دل کو بہلانے کے لئے کہ جی ہم بھی بحث و مباحثہ کر سکتے ہیں، منتخب نہیں ہوئے تو کیا۔ سیاست سے لے کر شوبز تک کوئی موضوع باقی نہ تھا۔ ہانیہ بی بی بھی زور و شور سے ہر ٹاپک پر اپنی رائے دینے میں لگی تھیں۔ سنہرا موقع ملا تھا دل کھول کر بولنے کا، وگرنہ گھر میں تو دادا کے علاوہ کوئی نہ تھا جو اسے سنتا، سنجیدگی سے۔

"اچھا ہانیہ یہ بتاؤ کہ اگر کوئی کسی کو پسند کرتا ہو تو اسے اپنی فیلنگز بتا دینی چاہئے۔ یا خود تک محدود رکھے۔"

اس کی کلاس کے فرقان یزدانی نے خصوصاً اس سے سوال پوچھا تھا۔ اس سے پہلے کہ تبسم اسے اس حساس اور بولڈ ٹاپک پر بولنے سے منع کرتی، ہانیہ شروع ہو گئی تھی۔

"سیدھا سادا اپنے والدین کو بھیج کر بات آگے بڑھائی جائے یا پیچھے کی جائے۔ اکیسویں صدی میں خود تک محدود رکھنا تو سراسر بے وقوفی ہوگی۔ اور خود بات کرنا نہایت ہی چھپھور پن۔"

بہت تدبر سے اپنی رائے دی گئی تو فرقان کی باچھیں کھل گئیں۔

"اوہو، یہ تو بہت اچھی رائے دی تم نے، تھینکس۔"

فرقان نے یہ سوال کیوں پوچھا، ہانیہ نے اس پر غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور نہ ہی اس بات پر کہ اس کے جواب سے کوئی خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ تبسم نے سوچا شاید اس کو کوئی ہنٹ دینے سے وہ سمجھ جائے اور اپنا اسٹیٹمنٹ بدل لے۔ سو پوچھنے لگی۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ پسند کی شادی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

ہانیہ نے ناک سکڑی، تھوڑا سوچا اور پھر کہنے لگی۔ "میرا کوئی خیال نہیں ہے۔ میرے لئے تو بزرگوں کا ہر فیصلہ بہترین ہوتا ہے۔"

اس جواب سے فرقان کو تو گویا فری ہینڈ مل گیا۔ اف یہ لڑکی۔ تبسم نے بات رائیگاں جاتے دیکھ ٹاپک ہی بدل دیا۔ ممکن تھا کہ اس کی لن ترانیاں جاری رہتیں اور بات مزید بگڑ جاتی۔



کالج گید رنگ ختم ہو کر دو دن ہو گئے تھے، لیکن ہانیہ اب بھی ایک ایک پراگرام پہ کنٹری کرنا جاری رکھے ہوئے تھی۔ گید رنگ کے قصے سنا سنا کر خواتین کے سر میں درد کر دیا تھا۔ آج بھی کالج جانے کے پہلے تک باوازِ بلند دیر تک کالج کے ڈرامہ اور اس کی ہیروئن کے کپڑوں کی تفصیل بار بار دہرائی تھی۔

ناشتہ ختم ہوا اور سب کالج، آفس روانہ ہوئے تو زبیدہ نے پروین کو صفائی کا کہا، اور خود کچن میں آج کا مینو ترتیب دینے لگیں۔ دادیوں کا یہ وقت ٹی وی کے سامنے گزرتا تھا۔ طاہرہ فون پر میکہ بات کر رہی تھیں۔ تبھی پروین نے مہمانوں کے آنے کی اطلاع دی۔

"کون لوگ ہیں؟" زبیدہ نے اشارہ سے پوچھا۔

"پتہ نہیں، پہلے ہمارے گھر کبھی نہیں آئے۔ کہہ رہے تھے کہ ہانیہ کے والدین سے ملنا ہے۔"

طاہرہ نے الوداعی کلمات کہے اور فون رکھ دیا۔ زبیدہ نے سبزیاں کچن میں رکھوا دیں اور خود ہاتھ دھو کر آگئیں۔

پانچ منٹ بعد چاروں خواتین ڈرائنگ روم میں مہمانوں کے ساتھ بیٹھی تھیں۔

"جی کیسے، ہم نے پہچانا نہیں آپ کو۔" دادی اماں نے بات شروع کی۔

"ہم فرقان کے پیرینٹس ہیں۔ فرقان ہانیہ کے ساتھ کالج میں ہوتا ہے۔ پسند کرتا ہے اسے۔ ہم اس کا رشتہ لیکر آئے ہیں۔"

چار جملوں میں جیسے دھماکہ کیا تھا۔

چچی تڑپ سی گئیں۔ ہانیہ کی پیدائش کے وقت سے ہی اسے اپنی بہو بنانے کا سوچ رکھا تھا۔ صرف رشتہ کا سن کر ہی دل کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔

"ہم معذرت چاہتے ہیں۔ ہانیہ کا رشتہ خاندان میں ہی طے ہے۔" اماں بی نے سبھاؤ سے کہا۔

"کیا اس میں بچوں کی مرضی بھی شامل ہے؟ کیونکہ فرقان نے آپ کی بیٹی سے بات کی تھی۔ اس نے ہی کہا تھا کہ والدین کو بھیجیو۔"

زبیدہ کا خون کھول گیا۔ بڑے ہی واہیات انداز میں یہ بات کہی گئی تھی۔ انہیں اپنی سرپھری بیٹی پر پورا یقین تھا کہ وہ اس طرح کا کام نہیں کر سکتی، اور اس بات پر بھی کہ ضرور اس نے ہنابات کو سمجھے کوئی گل افشانی کی ہوگی۔

"بڑوں میں بات طے ہے۔ بچوں کو لا علم رکھا ہے، تاکہ دورانِ تعلیم ذہن پر انگدہ نہ ہو۔ انشاء اللہ ہانیہ کے گریجویٹن کے بعد شادی ہوگی۔ آپ لوگ بھی آئیے گا۔ آخر دلہن کے کلاس میٹس بھی تو مدعو ہوں گے۔"

اماں بی نے خوشگوار لیکن قطعی انداز میں کہا۔ آگے بحث کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ چائے خاموشی سے پی گئی۔ اور وہ لوگ چلے گئے۔

"اماں آپ نے ان سے کہا کیوں نہیں کہ انہیں ضرور غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" ان لوگوں کے روانہ ہونے کے بعد طاہرہ نے شکوہ کیا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ کیسے منہ پھاڑ کر کہہ دیا کہ آپ کی بیٹی نے بلایا ہے۔" زبیدہ نے بھی کہا۔ "غصہ نہ کرو زبیدہ۔ لڑکیوں کے رشتہ آتے ہی ہیں۔ اب وہ لوگ کم ظرف تھے تو ہم نے رکھ رکھاؤ سے کام لینا تھا۔" دادی اماں نے سکون سے کہا۔

"رات کے کھانے کے بعد تم چاروں میرے کمرے میں آجانا۔ بھابھی آپ بھی تھوڑی دیر کے لئے آجانا۔ اس بارے میں بات کریں گے۔" اماں بی نے بات سمیٹی۔



کالج سے آکر دانیہ اور فائزہ تو کچن میں کھانے کے لئے پہنچیں۔ ہانیہ کھانے کی چور تھی، یا یوں کہنا چاہئے کہ وقت بے وقت کھانے کی عادی تھی۔ سو وہ اپنے کمرہ میں ہی تھی۔ موقع غنیمت جان کر امی نے دانیہ سے کہا کہ فرقان کا کیا قصہ ہے، پتہ کرے۔

دانیہ نے کھانا کھا کر فوراً ہانیہ کی خبر لی تھی۔ دوپہر کا واقعہ دہرایا۔

"اوہ، وہ لنگور یہاں آگیا۔ چہرے سے تو بڑا شریف لگتا ہے۔ مینا نہ ہو تو۔" ہانیہ کو غصہ آیا۔

"اور اس کے پیرینٹس نے کہا کہ آپ کی بیٹی کی مرضی شامل ہے۔"
 "واہٹ؟" وہ غصہ سے چیخنی۔

"ہم سب جانتے ہیں تمہیں۔ تم یاد کر کے بتاؤ۔ کوئی بات ایسی ہوئی تھی، شادی یا پسند وغیرہ کے بارے میں۔" دانیہ نے پھسلا کر پوچھا۔

"میں کیوں اس فضول ٹاپک پہ اس فضول انسان سے بات کروں گی، میرے پاس فضول وقت نہیں۔"
 "یہ فضول کا پہاڑہ بند کر کے سوچو۔ تم نے کب کب اس سے بات کی ہے اور کس ٹاپک پر۔"
 "میں نے تو ایک ہی بار اس سے بات کی ہے اور وہ بھی کالج گید رنگ کے دوران جب سب بحث۔۔۔
 اوہ۔ اس نے یہ سوال پوچھا تھا۔" ہانیہ نے ساری بات کہہ سنائی۔ کمرے کے باہر کھڑی زبیدہ نے سن کر اپنا سر پیٹ لیا۔

"تمہاری حماقت نے یہ دن دکھایا ہے۔ بھگتنا پڑے گا۔" دانیہ نے اسے ڈرایا۔
 "میں منع کر دوں گی کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

ہانیہ نے ہمت دکھائی۔

"کوئی یقین نہیں کرے گا، تم منع کرو گی تب بھی۔ تمہاری اس حرکت سے ناراض ہو کر بنا پوچھے ہی سزا ملے گی۔"

"سچ میں آپ؟" ساری بہادری ہوا ہو گئی۔
 "بالکل۔"

"بھائیں۔" ہانیہ کا رونا شروع ہوا، اور دانیہ براسامنے بنا کر اٹھ گئی۔ اس کا رونا کاپروگرام لمبا چلتا تھا۔



ڈنر کے بعد چائے دادا دادی کے روم میں ہی سرو کی گئی۔ پہلے دادی نے فرقان کے والدین کا بتایا۔ بعد میں امی نے دل ہی دل میں ہانیہ کی بے وقوفیوں کو کوستے ہوئے کالج کا قصہ سنایا۔ ابو اور چچا تو ہنس دیے تھے۔ بابا جان البتہ سنجیدگی سے سب سن رہے تھے۔

"ہانیہ کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ اس سے براہ راست نہیں، ڈھکے چھپے انداز میں سوال پوچھا گیا تھا، اس نے اپنی معصومیت میں جواب دے دیا۔ انہوں نے ملاقات پر جیسے بھی بات کی ہو، وہ ان کا معاملہ ہے۔ دل

خراب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایسی بدمزگی دوبارہ نہ ہو، اس لئے نکاح کر دیتے ہیں، تاکہ سب کو پتہ چل جائے۔ آج منگل ہے۔ جمعہ کو آمنہ کی سسرال، اور تم دونوں کے میکہ والوں کو بلا لو۔ سادگی سے نکاح ہو گا۔ رخصتی ہانیہ کے فائنل کے بعد ہو گی۔"

"نکاح کس سے؟"

چچی نے منمناتے ہوئے پوچھا۔ صبح گو کہ اماں نے کہا تھا کہ بات گھر میں طے ہے۔ لیکن اب نکاح کا کہہ رہے تھے تو بات کلیئر کرنا ضروری تھا۔ کہیں حیدر۔۔۔

"مونس سے، کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا؟ بچوں سے بھی پوچھ لیں۔" گویا یقین تھا کہ کوئی منع نہیں کرے گا۔ نہ بچے، نہ والدین۔ اور یہ یقین بے جا نہ تھا۔ سبھی کی یہی خواہش تھی۔

بدقت چائے ختم کر کے وہ مونس کے روم کی طرف بھاگی تھیں۔ انہوں نے ہمیشہ ہانیہ کو بہو کے طور پر سوچا تھا۔ لیکن کبھی کہا نہیں، ابھی کون سا شادی کی عمر تھی۔ لیکن آج بات کرنی ضروری تھی۔ اس کی رضامندی لینی تھی۔ وہ بھی اتنے شارٹ نوٹس پر۔ اف۔

وہ لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا۔ زبردستی اسے بات سننے پہ مجبور کیا تھا۔ مجبور کیا کیا، جاتے ہی جیسے بم پھوڑا تھا۔

"تمہارے اور ہانیہ کے رشتہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ہانیہ؟" وہ سن کر اچھل پڑا۔

"خدا کے لئے اُمّی، ہر وقت تو تائی جان اسکی بچکانہ حرکتوں سے نالاں ہوتی ہیں۔ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ اپنے بیٹے کے لئے ایسی لڑکی ڈھونڈیں گی جو آپ کے گھر کے ہر فرد کو لے کر چل سکے، سنبھال سکے۔" مونس نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"وقت کے ساتھ سب سیکھ جائے گی۔ ذمہ داری پڑی تو دیکھنا کیسے ہینڈل کرتی ہے۔"

"جیسا آپ لوگ مناسب سمجھیں امی۔" مونس نے مختصراً کہا۔

پہلا مرحلہ سر ہو گیا۔ شکر خدا یا!

"بابا جان کا ارادہ ہے کہ جلد ہی نکاح کر دیا جائے۔" بات کو آگے بڑھانے کی کوشش کی۔

"ابھی تو ہانیہ کی گریجویشن ہونے میں کافی وقت ہو گا، سیکنڈ ایر میں ہے نا؟" مونس کو حیرت ہوئی۔

"بس بابا جان چاہ رہے ہیں کہ جلد ہی کوئی رسم ہو جائے۔"

"تو ٹھیک ہے، منگنی کی رسم ہو جائے۔ دورانِ تعلیم یہ سلسلہ مناسب نہیں ہے۔" مونس نے بات ختم کرنے کے سے انداز میں کہا۔

چچی جان کو بیٹے کا ٹالنے والا انداز ذرا نہ بھایا، یہاں تین دن میں نکاح طے تھا۔ اور دولہا بات سننے کو تیار نہیں تھا۔ طاہرہ بیگم تذبذب میں پڑ گئیں۔ بیٹے کا مزاج جانتی تھیں۔ زیادہ اصرار کرتیں تو ہو سکتا ہے صاف منع ہی کر دیتا، یا خود باباجان سے بات کرنے پر تل جاتا۔

"بیٹا آج نہیں تو ایک سال بعد کرنی ہی ہے، تو نیک کام میں دیر کیسی؟ تمہاری طبیعت میں جانتی ہوں ورنہ شاید سوچتی کہ تم کہیں اور انٹرنسٹ ہو۔" اب کی نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"لاحول۔ امی، میں سخت خلاف ہوں پڑھائی کے دوران ان سب باتوں کا۔ اس کے علاوہ کوئی وجہ نہیں ہے۔ بابا جان کو میرا پوائنٹ آف ویو بتا دیں۔" کہہ کر وہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ماں کے احترام میں وہ پہلے ہی پندرہ منٹ سے صبر کر رہا تھا۔

"مونس، میری جان صرف باباجان کی خواہش کی بات نہیں ہے۔" طاہرہ بیگم ہار کر اسے سب کچھ بتانے پر مجبور ہو گئیں۔

مونس تھوڑا چونک سا گیا، ماں کے لہجے پر۔

"ہانیہ کے ساتھ کوئی سیاستدان کا بیٹا ہے فرقان۔ اس کے گھر والے آئے تھے، رشتہ لے کر۔ لوگ ٹھیک ہیں۔ مگر ہم سب بڑوں نے تم دونوں کو ہمیشہ ساتھ ہی سوچا ہے۔ کچھ فیصلے بڑوں کے بیچ بنا کہے ہی طے ہو جاتے ہیں۔ فرقان کے گھر والوں کو بھی یہی کہہ کر معذرت کی ہے کہ ہانیہ کا رشتہ گھر میں طے ہے۔ باباجان کی خواہش ہے کہ دوبارہ ایسا کوئی مسئلہ نہ ہو۔ اس لئے نکاح کر دیا جائے تو سب کو خبر ہو جائے۔ اور ماشاء اللہ تمہاری عمر بھی ہے شادی کی۔"

بہت تفصیل سے ساری باتیں بتاتے ہوئے آخر میں طاہرہ بیگم کے لہجے میں مانتا بھری تھی۔

"کون ہے یہ فرقان؟" مونس کی سوئی وہیں انکی تھی۔

"دفع کرو اسے۔ تم اپنی رائے دو۔ کیا اس رشتہ پر کوئی اعتراض ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر انشاء اللہ جمعہ کو نکاح ہو گا۔ میں اپنے شہزادے کے لئے اچھا سا شلوار قمیص لے آؤں گی۔"

"جمعہ؟ یہ تو بہت جلدی ہو گا۔"

"نکاح ہی تو ہونا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جمعہ کا دن مبارک ہے۔ ورنہ تین دن کا وقت بھی نہ دیا جاتا۔" طاہرہ نے اندازہ لگایا۔

اسی وقت دوسرے کمرے میں زبیدہ ہانیہ سے بات کرنے کے لئے مناسب الفاظ سوچ رہی تھیں۔ جو بھی کہتیں، جس طرح بھی بات کو شروع کرتیں، جواب ضرور ملنا تھا اور کچھ اوٹ پٹانگ ہی ملنا تھا۔ امین علی کے ذمہ یہ کام ڈال کر وہ مطمئن ہو گئیں۔ باپ بیٹی کی بہت ہنسی تھی۔ باباجان، ابو، اور چچی۔ تین ہی لوگ تھے جو اس کی بات تحمل سے سنتے تھے۔



صبح بڑی ہنگامہ خیز ثابت ہوئی تھی۔ امین نے صبح ہی ہانیہ اور دانیہ کو بلا کر رات کی ساری باتیں بتا دی تھیں۔ باقیوں کو بتانے کی ضرورت نہیں تھی کہ ایک کو بتانا مطلب سب کو خبر ہو ہی جانی تھی۔ سب کو دانیہ کے توسط سے پتہ چلا تھا اور سب نے کالج بنک کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ سادگی سے نکاح ہی سہی، پہلی شادی ہونے جارہی تھی۔ مونس اور حیدر آفس میں تھے۔ باقی سب نے دوپہر ہوتے ہوتے ادھر ڈیرہ ڈال دیا تھا۔ ابھی ہانیہ کے روم میں محفل جبی تھی۔ پانچوں لڑکیاں اور انس۔ خیر، بہنوں کے ساتھ رہ کر وہ بھی کافی حد تک "گرل ٹاک" کا عادی تھا۔

"تم کچھ بدل سے گئی ہو، جب سے تمہارے نکاح کی بات ہوئی ہے۔" دانیہ نے کہا تو فائزہ نے فوراً تائید میں سر ہلایا۔

"نہیں تو۔" بلا جھجک معصومیت سے جھٹلایا گیا۔

"ہاں، کچھ تو الگ ہے۔" شازیہ نے بھی غور کیا۔

"مثلاً؟ کچھ بھی نہیں۔" اس نے تردید کی۔

"تم بہت مصنوعی سی ہو گئی ہو۔" بہت دیر تک غور کرنے کے بعد فائزہ اچھل پڑی۔ ہانیہ کے چہرے کی دبی دبی مسکراہٹ اس بات کی گواہ تھی کہ یہ اندازہ درست تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" ہانیہ نے اوپری انداز سے منع کیا۔

"ہاں۔ آج بہت شانت شانت ہے ہنی۔ آج تک اسے ہم نے صرف کودتے پھاندتے، روتے اور چلاتے دیکھا ہے۔" نازیہ نے بھی سر ہلایا۔

اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ اس سے زیادہ برداشت تھی کہاں؟

"سچ کہوں خواہ مخواہ ہی سنجیدہ ہونے کا من ہو رہا ہے۔ کوئی آواز دے تو فوراً پلٹ کر دیکھنے کی بجائے ہولے سے پلٹوں۔ ہنسنے کی بجائے دھیمی دھیمی مسکراہٹ سے کام چلاؤں۔" وہ تیزی سے بولنا شروع ہوئی۔

"ایک سانس میں بات کرنے کی بجائے تھم تھم کے بات کروں۔" فائزہ نے لقمہ دیا۔

"بالکل۔" وہ فوراً سر ہلا کر بولی اور اسے احساس ہوا کہ وہ اپنی جون میں واپس آگئی ہے۔

"کیا یار۔ یہ سب کیوں؟ اب رشتہ تو ہو گیا۔ پھر یہ مصنوعیت کا خول کیوں چڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر کون سا دوسرے لوگ ہیں جنہیں تم متاثر کرنا چاہ رہی ہو۔ ہم تو سب تمہاری حرکتوں سے واقف ہیں۔" نازیہ کو اعتراض ہوا۔

ہانیہ نے اس کا کمٹ نظر انداز کر دیا اور اپنی بات جاری رکھی۔ "میں تو دل ہی دل میں ایک معجزہ کی دعا کر رہی ہوں کہ کوئی معجزہ ہو جائے۔ میک اوور ہو جائے، پرنس ڈائریز کی طرح۔ تاکہ میں اس مغرور شہزادے کی شہزادی لگوں۔"

"خیر بھائی اب ایسے بھی نہیں۔" فائزہ نے فوراً برا منایا۔

"آنسہ فائزہ امان علی صاحبہ۔ اطلاعاً عرض ہے کہ یہ نام آپ ہی نے دیا تھا، بی بی جان کی ہر وقت مونس مونس کی گردان سے تنگ آکر۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ مابدولت مستقبل قریب میں آپ کی بھابھی کے عہدہ پر براجمان ہوں گی، لہذا مناسب ہو گا کہ حداد کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔۔۔" لڑاکا بلی کا لہجہ اور آواز جملے کے بیچ ہی دھیمہ اور شہانہ ہو گیا۔

"شادی کے بعد تو لغت لیکر تم دونوں سے بات کرنی پڑے گی۔"

نازیہ نے سوچتے ہوئے تبصرہ کیا۔ وہ انگلش لٹریچر اسی لئے پڑھ رہی تھی کہ ثقیل اردو اس سے ہضم نہیں ہوتی تھی۔

لاؤنج کے باہر کھڑے مونس نے اس شرارتی ٹولے کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا تھا۔

"سچ میں اسے سنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے۔" مایوسی سے سر ہلا کر وہ باہر چلا گیا۔



نکاح کا جوڑا اور باقی لڑکیوں کی شاپنگ کر کے سب ابھی تھک ہار کر لوٹے تھے۔ ہانیہ خوشی خوشی ساری شاپنگ دیکھ رہی تھی۔ اسے کپڑے بے حد پسند آئے تھے اور پچھلے آدھے گھنٹے میں وہ کئی بار اس بات کا اعلان کر چکی تھی۔

"اللہ میں اتنی خوش ہوں۔" اس نے اچانک ہی چیخ کر کہا تھا۔ دادی نے گھورا تھا۔ امی پکن میں تھیں۔ موجود ہوتیں تو ایک ہاتھ لگا بھی دیتیں۔ سب ہنس دیے۔

"ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں میں ہر بات کہنے میں۔ تم اس کا مکمل تضاد ہو۔ تمہیں کہنا چاہئے کہ ہمیشہ جلدی ہوتی ہے مجھے ہر بات کہنے کی۔" آج حیدر بھی شریروں کے ٹولے میں شامل ہوا تھا۔

"ویسے یہ صحیح ہے۔ ہنی کی شادی مون کے ساتھ۔ ہنی مون کا ہنی مون۔۔۔ ہاہاہ۔" انس خود ہی اپنے جوک پر ہنسا تھا۔



رات کے بارہ بج رہے تھے۔ گنے چنے مہمان مدعو تھے۔ نکاح اور کھانے کے بعد ساڑھے دس گیارہ بجے تک سب اپنے گھر چلے گئے تھے۔ آمنہ کے بچے رک گئے تھے۔ یوں بھی ویک اینڈ پر عموماً ادھر ہی پائے جاتے تھے۔ آج تو مزید بہانہ تھا کہ تھکن ہے۔ اور تھوڑا بلا گلا کرنے کا موقع تھا۔ آخر خاندان پہلا نکاح تھا، اوپر سے غیر متوقع بھی۔

وہ سب مل کر گپیں لگا رہے تھے۔ ہانیہ خلاف معمول چپ تھی۔ سب کو لگا شاید اسے بھی شرم آہی گئی ہے۔ اس لئے ہر بات پر اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اچانک سسکیاں بلند ہوئیں۔ ہانیہ کے رونے کے وہ لوگ عادی تھے۔ لیکن اس وقت۔۔۔ سب گھبرائے۔

"کیوں رو رہی ہو، ہنی؟ تم ٹھیک تو ہو نا؟" دانیہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

جواب میں سسکیاں ہچکیوں میں تبدیل ہو گئیں۔

"ہانیہ۔ کیا ہوا ہے گڑیا؟"

حیدر پہلی بار بڑے بھائی کے لہجے میں مخاطب ہوا تھا۔

فائزہ نے پانی کا گلاس پکڑا لیا۔ سب ہی پریشان تھے۔ دو تین منٹ بعد اس کی سسکیاں کم ہوئیں تو شازیہ نے پھر سے پوچھا۔

"کیا ہوا۔ کیوں رو رہی ہو؟"

"مونس نے ملنے کا نہیں کہا۔ موویز اور اسٹوریز میں تو نکاح کے بعد دولہا ضرور بالضرور دولہن سے ملنے کا جگاڑ کرتا ہے۔ انہوں نے تو بالکل بھی کوشش نہیں کی۔ یا وہ کوشش کر رہے تھے اور آپ لوگوں نے ان کی مدد نہیں کی۔ کزن لوگوں کی مدد سے ہی تو ملاقات ہوتی ہے۔ سچ بتائیں، آپ کو پوچھا تھا؟" وہ سرخ روئی روئی آنکھوں سے گھورنے لگی۔

سب زور سے ہنسے۔ اور ہانیہ پھر رونے لگی۔ کوئی اس کی بات کیوں نہیں سمجھتا۔



نکاح کو پورے دو ہفتے ہو گئے تھے۔ آج سینچر تھا اور حسبِ معمول سب جمع ہوئے تھے۔ نکاح کی تصویریں آگئی تھیں۔ لاونچ میں کچھ صوفوں پر، کچھ نیچے قالین پر بیٹھے تصویریں دیکھ کر تبصرے کر رہے تھے۔

"اللہ! دیکھو میں کتنی پیاری لگ رہی ہوں۔"

"ماشاء اللہ۔"

چچی نے کہا تھا۔ باقی تو ہنسے تھے۔

"سب میک اپ کا کمال ہے۔" انس نے چڑایا۔

"ہاں شاید۔ کیونکہ ابھی تو میں ایسی نہیں لگ رہی۔" وہ مان بھی گئی۔

"یہ دیکھیں اس میں ہم دونوں ساتھ ہیں۔ کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔ ہمارا کپل اچھا لگتا ہے۔"

سب نے ایک نظر ڈالی۔ واقعی ہلکا سا مسکراتا مونس اور قدرے ترچھا چہرہ کر کے ہنستی ہانیہ بے حد خوبصورت لگ رہے تھے۔ یہ اکلوتا فوٹو تھا دونوں کا ساتھ میں۔

"ماشاء اللہ۔" فائزہ بے ساختہ بولی تھی۔

"اللہ کی بندی۔ کسی اور کو تعریف کرنے کا موقع دو۔ واقعی بہت خوبصورت ہے تم دونوں کی جوڑی۔ تم نے خود ہی اپنا کپل اچھا قرار دے دیا۔" شازیہ نے کہا۔

"یہ والا فوٹو مجھے چاہئے سکین کر کے۔ فیس بک پر تصویر لگاؤں گی۔"

"خبردار۔" حیدر نے ٹوکا تھا۔ "یہ اتنی محنت کر کے خود فوٹوز اس لئے کھینچے اور دھوئے ہیں کہ کسی اور کو

کوئی موقع نہ ملے ہمارے گھر کی تصویریں دیکھنے کا۔ کوئی ضرورت نہیں۔ اور خبردار فیس بک پر کوئی دوسری بھی تصویر ڈالی ہو تو۔"

"میں تولوں گی۔" اس نے اپنا فون اٹھایا۔

"اونہوں!" انس نے اس کے سامنے سے تصویر اٹھالی۔

"انس کے بچے۔" چھوٹی ہونے کے باوجود وہ اسے نام سے ہی بلاتی تھی۔ اور اب تو خیر سے رشتہ میں بڑی تھی۔

"مونس کے پہلے آئیں گے۔ میری ابھی دلی دور ہے۔"

انس نے چڑایا۔ وہ سرخ ہوئی تھی۔

"ارے دیکھو، ہانیہ شرماتی بھی ہے۔" حیدر ہنسا تھا۔

اور مونس۔۔ پہلی بار اسے نکاح کے بعد دیکھ رہا تھا۔ پہلی بار اسے شرماتا دیکھ رہا تھا۔ اب انس کی نظر اس پر پڑی۔

"آئیں مون بھائی۔ نکاح کے فوٹوز دیکھیں۔"

"شیور۔" ڈھیلی ٹائی کھینچ کر نکالی اور ہانیہ کے بازو والے صوفہ پر بیٹھ گیا۔ ہانیہ کا برا حال تھا۔ ایک ہی گھر میں رہ رہے تھے لیکن ابھی تک آنا سامنا ہوا نہ تھا۔ اب شرم کے مارے سوجھ نہیں رہا تھا کہ کیا کرے۔ یوں بھی کم ہی سوجھا کرتا تھا اسے۔

مونس نے ہاتھ بڑھا کر ایک دو تصویریں اٹھائیں۔

"وہ کون سی تصویر ہے جس میں ہم دونوں 'ایک اچھا کپل' لگ رہے ہیں؟"

"اوہو۔۔ تو آپ کافی دیر سے محظوظ ہو رہے ہیں۔" انس فوراً سمجھ گیا۔

ہانیہ کے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اٹھ کر جانے کو ہوئی۔ گھبراہٹ تھی، یا ہمیشہ کی طرح جلدی میں لڑکھڑانے کی عادت، بلینس بگڑا، اور وہ گرنے لگی۔ بچنے کے لئے ہوا میں ہاتھ لہرائے اور بازو میں بیٹھے مونس کے بال ہاتھ میں آگئے۔ دوسرا ہاتھ بہ مشکل صوفے کے ہتھ پیر رکھ کر خود کو گرنے سے روکا تھا۔

"اف۔ سوری۔" سنبھل کر وہ سیدھی ہوئی اور بگٹ بھاگی۔ راستے میں پھر دوبار لڑکھڑائی بھی۔

یہ سب اتنی سرعت سے ہوا کہ کسی کو کنٹ کرنے کا موقع نہ ملا۔ مونس اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"چائے کا کہہ دو فائزہ۔"

"اوہو۔ ہانیہ گئی تو آپ بھی چلے۔ بس اتنی یاری۔" یہ حیدر تھا۔ وہی تھوڑا بے تکلف تھا مونس سے۔

مونس کچھ نہ بولا۔

"ہم نے بھی چائے نہیں پی۔ ساتھ ہی پیتے ہیں۔ تم فریش ہو کر آ جاؤ۔"

اس کے دل کا موسم بدل رہا تھا۔ شاید نکاح کے بول اپنا اثر کر رہے تھے۔ اس کے بے جھجک معصوم تبصرے، اس کا شرم سے سرخ چہرہ یاد کر کے وہ مسکرا دیا۔



طاہرہ کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ ہائی بلڈ پریشر کی شکایت تھی۔ ان دنوں گرمی کی چھٹیاں تھیں۔ اور زبیدہ لڑکیوں کو سگھر بنانے کی مہم میں لگی ہوئی تھیں۔ روزانہ ایک کی ذمہ صفائی ہوتی، ایک کے ذمہ کھانا اور ایک کو کپڑوں کی دھلائی دیکھنی ہوتی۔ بہت مشکل تو نہ تھا کہ ثروت بوا کچن میں ہوتی تھیں مدد کے لئے۔ صفائی اور کپڑوں کے لئے پروین ساتھ ہوتی تھی۔ دانیہ اور فائزہ اپنی سی کوشش کر رہی تھیں کہ کوئی شکایت کا موقع نہ دیں۔ اور ہانیہ؟ ہانیہ کو ہر کام مشکل ہی لگتا تھا۔ آج بھی اسی موضوع پر بحث چل رہی تھی۔

"امی۔ آپ ہر ایک کے ذمہ ایک کام کرنے کی بجائے دو کی ڈیوٹی لگائیں۔ کام بھی جلدی ہو گا اور دونوں کو دوسرا ہٹ بھی رہے گی۔"

"اور تمہیں جان چھڑا کر بھاگنے کا موقع بھی مل جائے گا۔" زبیدہ نے جملہ اچکا۔

"بالکل۔۔۔ میرا مطلب تھا کہ۔۔۔ میں کیوں بھاگوں گی۔ بس اکیلے اتنا کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ تھوڑا آسان کام بتائیں مجھے۔" وہ گڑبڑائی۔ اف۔ امی تو سب سمجھتی ہیں۔

"کپڑے مشین سے دھلتے ہیں۔ اس سے آسان کام کیا ہو گا۔"

"آسان؟ پہلے سب کے کمروں سے کپڑے جمع کرنا۔ گہرے اور ہلکے رنگ کے کپڑے الگ کرنا۔ دھلنے کے بعد سوکھنے کے لئے بھی گہرے رنگ کے کپڑوں کو چھائوں میں پھیلانا۔ پھر دھلے ہوئے کپڑوں کو

اٹھا کر، تہہ لگا کر، ہر ایک کی الماری میں ڈالنا۔ دن بھر کی مصروفیت رہتی ہے امی۔"

اس نے تفصیل سے گنوا یا تو پروین بھی قائل ہو گئی۔

"واقعی ثانی جی۔" زبیدہ نے پروین کو گھورا، کس کی تائید کرنے چلی تھی وہ بھی۔

"ٹھیک ہے۔ تم بتاؤ کہ کیا کام آسان لگتا ہے۔ میں وہی تمہارے ذمہ کر دیتی ہوں۔" انہوں نے بات سمیٹنے کی کوشش کی۔

"کام تو خیر سبھی مشکل ہیں۔ مجھ سے۔۔۔"

"یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں فارغ بیٹھنے دوں گی۔" فوراً وارنگ دے دی۔ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"ٹھیک ہے، میں صفائی کر لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔"

امی اسے سمجھانے لگیں کہ صفائی میں کیا کیا کرنا ہوگا، تاکہ بعد میں وہ جان نہ چھڑائے کہ بھی جھاڑو پوچا ہو گیا، صفائی ختم ہانیہ کے چہرے کے تاثرات سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ صفائی اپنے ذمہ لے کر پچھتا رہی ہے۔



وہ چچی کی درخواست پر مونس کے کمرے کی صفائی کر رہی تھی، جب کھٹکا ہوا۔ وہ کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ نظریں موبائل اسکرین پر تھیں۔ جب اسے کمرے میں دوسرے فرد کی موجودگی کا احساس ہوا تو وہ ٹھٹک کر ہانیہ کو دیکھنے لگا۔

"امی نے صفائی کی ذمہ داری میرے سر کی ہے۔ آپ روم کے گندہ ہونے کی شکایت کر رہے تھے۔ دوبارہ صفائی کے لیے بھیجا ہے۔" بتا دیا فوراً ہی۔

"اوکے۔" کہہ کر وہ آرام سے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

ہانیہ اپنا کام کرنے لگی۔ لیکن وہ محسوس کر رہی تھی کہ مونس کی نظریں اس کا پیچھا کر رہی ہیں۔ ایک دو بار کتاب ہاتھ سے چھوٹ کر گری بھی۔ سچ میں سوچتا ہوگا کہ پھوہڑ ہوں۔ چار دن کی صفائی کے بعد وہ خود کو تجربہ کار سمجھنے لگی تھی۔

"آپ پلیز باہر جائیں۔ میں تھوڑی دیر میں صفائی کر لوں گی۔" ہمت کر کے کہہ دیا۔

"میرا اکرا ہے۔ میں کیوں باہر جاؤں۔ تم صفائی کرو۔ میں تو ایک کونہ میں پڑا ہوں۔"

اس نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"مجھ سے کام نہیں ہوتا ایسے۔"

"کیسے؟"

"میں نے صفائی اکیلی کرنے سیکھی ہے۔ ابھی مجھے کسی اور کی موجودگی میں صفائی کرنا نہیں آیا۔"

معصومیت سے اعتراف کیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔



آج پھر اس کی شامت آئی تھی۔ صفائی کرنے میں وہ ڈنڈی مار جاتی تھی۔ زیادہ تر کام پروین کو کرنے پڑتے تھے۔ تنگ آکر زبیدہ اسے لے کر خود کچن میں آئی تھیں۔

"بس بھی کریں امی۔ سارا سلیقہ کیا آج ہی سکھا دیں گی؟"

کچن میں ڈھیروں پیاز کاٹتے ہوئے وہ چیخ ہی پڑی۔ سلاڈ کے لئے سبزیاں کاٹ کاٹ کر تھک چکی تھی۔ دوپیازہ کے لئے پیاز کتر رہی تھی۔ اور اب امی نے گوشت صاف کرنے کا حکم بھی جاری کر دیا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھی۔ پیاز کی وجہ سے بھی، اور خود پر ہونے والے اس "ظلم" کا سوچ کر بھی۔

"خیر ہے بیٹا، آرام سے کرو۔ جلدی نہیں ہے۔ ہو جائے گا سب۔" چچی نے پیاری بہو کو تسلی دی۔

"مجھ سے نہیں ہوتا۔" وہ دوبارہ ٹھنکی۔

"مونس نے بھی شادی سے پہلے یہی کہا تھا کہ اتنی نا سمجھ لڑکی کو کیوں بہو بنارہی ہیں۔ سارا وقت تو روتے ہوئے یا حماقتیں کرتے گزرتا ہے۔" وہ جھونک میں بول گئیں۔

"کیا آآ آ-----" لمبی سی چیخ۔

"مذاق کر رہا تھا۔" چچی نے فوراً بات بدلی۔

"جب اعتراض تھا تو میری شادی کیوں کروائی ان سے؟"

"وہ جو تم نے چاند چڑھایا تھا اپنے کلاس میٹ سے کہہ کر، کہ اپنے گھر والوں کو بھیجو، بھول گئیں؟ نکاح ہو گیا تو اب تسلی ہے۔" امی نے ڈپٹا۔

"آپ اپنے بیٹے سے کہیے، کہ اپنی مرضی سے شادی کر لیں۔" ہانیہ نے ہمیشہ کی طرح منہ پھاڑ کر کہہ دیا۔

"ذرا عقل کو ہاتھ مارو ہانیہ، بولتے وقت کبھی تو کچھ سوچ لیا کرو۔"

امی غصہ سے چیخیں، اور پھر سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئیں۔ بی بی بڑھ گیا تھا، اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ دانیہ نے ہاتھ کا کام چھوڑ کر امی کو کمرہ میں پہنچایا۔ چچی پیچھے اسے تسلیاں دینے لگیں۔ اس نے رورو کر برا حال کر لیا تھا کہ میری وجہ سے امی کی طبیعت خراب ہوئی ہے۔

رات میں جب وہ آرام کر رہی تھیں، تب ہانیہ نے ہمت کی ان کے پاس جانے کی۔

"سوری امی، بس میں بہت پریشان ہو گئی تھی۔ بنا سوچے سمجھے کہنے لگی تھی۔ میرا مطلب وہ نہیں تھا۔ آپ کی طبیعت بگڑ گئی تو احساس ہوا واقعی میں بہت بد لحاظ ہوں۔ دراصل مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا اور میں کچھ بھی کہہ جاتی ہوں۔" اس کی آنکھ میں آنسو آگئے۔

"اللہ کا شکر ہے کہ تمہیں احساس ہو گیا۔ جلد بازی ٹھیک نہیں ہوتی۔ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے۔ اب آگے سے ایسی غلطی نہ ہو۔ ماشاء اللہ نکاح ہو گیا ہے۔ طبیعت میں دھیمہ پن لاؤ۔ ذمہ دار بنو۔ میری طبیعت اب بہتر ہے۔ جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔ کپڑوں کی الماری ٹھیک کر لو۔ پروین کہہ رہی تھی کہ الماری میں ساری چیزیں ایسے ہی ٹھونس دی ہوئی ہیں۔"

"جی۔" کہہ کر بھی بیٹھی رہی۔

"جاؤ بھی۔" امی نے حیرت سے دیکھا۔

"وہ امی، الماری کیسے ٹھیک کرتے ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ۔۔۔" امی کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ سمجھ گئی کہ پھر کوئی حماقت ہوئی ہے۔

"اچھا۔ میں جاتی ہوں" کہہ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔



کالج شروع ہوا تو ہانیہ نے شکر منایا۔ امی نے تو جیسے اس بار کی چھٹیوں میں اسے سارا سلیقہ سکھانے کا ٹھان لیا تھا۔ دانیہ تو بڑی تھی اور کچھ اسے شوق بھی تھا۔ وہ تھوڑا وقت نکال کرامی کی مدد کر دیتی تھی۔ فائزہ نے بھی کچن کے کاموں میں ہاتھ بٹانا جاری رکھا تھا۔ اور رہی ہانیہ، تو وہ واپس اپنی روٹین پر لوٹ گئی تھی۔ امی نے بہت کوشش کی کہ صفائی کے کام کا ذمہ بدستور اس کے سر رہے۔ اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ میں اپنے کمرے کی صفائی کر لوں گی۔ اور بس۔ زبیدہ نے اسے ہی بہت غنیمت جانا تھا۔

"کب سدھرو گی ہانیہ تم۔ دانیہ اور فائزہ صبح سے اٹھ کر کچن اور گھر کی صفائی میں لگی ہیں۔ ایک تم ہو، لُچ کے وقت اٹھی ہو۔ کیوں اتنا تنگ کرتی ہو۔ کبھی تو ماں کی بات مان لیا کرو۔"

ہانیہ بریڈ آملیٹ اور اورنج جوس لئے لاؤنج میں آئی۔ سنڈے دوپہر کو اس وقت ناشتہ کرتے دیکھ امی کا پارا چڑھا۔

"ہر وقت کی روک ٹوک ٹھیک نہیں ہے زبیدہ۔" اماں بی نے حمایت کی۔ وہ ٹی وی پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھنے میں مصروف تھیں۔ چچا اخبار بینی میں مصروف تھے۔

"آپ ہی سے تو سیکھا ہے اماں۔ آپ ہر وقت اپنی بہوؤں کے پیچھے لگی ہوتی ہیں۔ امی اپنی بیٹیوں پر دھاک بٹھاتی ہیں۔ میں بھی اپنی بہو بیٹی پر رعب جماؤں گی۔" اس نے کہہ کر بریڈ کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالا۔

اس اعلان پر لاؤنچ میں موجود سبھی لوگوں کا ردِ عمل مختلف تھا۔

دانیہ جو چچا کو چائے دینے آئی تھی، ہنسی چھپاتی فوراً چائے رکھ کر پکن کی طرف واپس چلی گئی۔

اماں بی ہکا بکا سی اسے تنکے لگیں۔

دادی نے نظر انداز کیا۔

چچا ابا نے اخبار میں مزید سرگسلا لیا۔

چچی مسکرا دیں، یہی بے ساختگی تو انہیں بھاتی تھی ہانیہ کی۔

اور امی۔۔۔

امی نے باقیوں کی پرداہ کیے بغیر کھسیا کر اسکی پیٹھ پر ایک دھوکا جڑ دیا۔



شریروں کے ٹولے میں صرف شازیہ ہی پچھلے سال پڑھائی سے فارغ ہوئی تھی۔ گریجویشن کے بعد اس نے آگے تعلیم سے منع کر دیا تھا۔ منگنی شدہ تھی۔ اگلا مرحلہ نیچرلی شادی ہی تھا۔ اس کی نند کی بات طے ہوئی تو سسرال والوں نے شادی کی تاریخ فکس کر دی۔ اور جھٹ پٹ ہی گھر میں شادی کے ہنگامے جاگ اٹھے۔ خاندان کی پہلی باقاعدہ شادی تھی۔ ایکساٹمنٹ چھپائے نہ چھپتی تھی، کیا ینگ جزیشن، کیا بزرگ۔ سوائے ہانیہ کے۔ اس نے باقاعدہ بحث کی تھی کہ سمسٹر کے بیچ میں گھر میں شادی نہیں ہونی چاہئے۔ باقی لوگ اچھی طرح انجوائے نہیں کر سکیں گے۔ کون تھا جو اس کی سنتا، یا اسے سمجھاتا کہ ان معاملات میں اور باتیں دیکھی جاتی ہیں۔ جھٹٹی ہے یا نہیں، نہیں۔

بہر حال تاریخ طے تھی۔ جتنا ہو سکتا تھا سب لڑکیاں ادھر ہی پائی جاتی تھیں۔ کالج کے بعد اکثر ادھر ہی چلی جاتی تھیں۔ یوں تو روزانہ ہی آمنہ کے گھر کا چکر لگتا تھا۔ لیکن رسموں کے لیے خاص طور پر دعوت

تھی۔ آج ابٹن کی رسم تھی۔ لڑکیاں کل وہیں رک گئی تھیں۔ ہانیہ بڑوں کے ساتھ واپس آگئی تھی۔ اس کے ٹیسٹ تھے کالج میں۔ ایک پڑھائی ہی تھی جس کے بارے میں ہانیہ تھوڑی سنجیدہ تھی۔ لہذا ٹیسٹ مس کر دینے کا سوال ہی نہیں تھا۔ واپس آنے سے پہلے وہ اپنی بات دہرانا نہیں بھولی تھی کہ چھٹیوں میں شادی ہوتی تو یہ مسئلہ نہ ہوتا۔

کالج سے آکر حسب معمول وہ سو گئی۔ سو کر اٹھی تو چار بج گئے تھے۔ گھر پر باباجان اور بزرگ خواتین ہی تھیں۔ اور جانے کے لئے تقریباً تیار تھیں۔ اب ہانیہ نے کھانا کھانا تھا، جو وہ بہت آرام سے دنیا بھر کی باتیں کرتے ہوئے کھا رہی تھی۔

"ذرا جلدی ہاتھ چلاؤ ہانیہ۔ کہا بھی تھا کہ کالج سے آتے ساتھ کھانا کھالو۔ لیکن نہیں۔ اوپر سے تیاری میں بھی اتنا وقت لگاتی ہو۔ کب تک ہم رکیں گے؟ گھر کی شادی ہے۔ اور ننھیال والے ہی نہیں پہنچے اب تک۔" امی خفا ہوئیں تو چچی نے فوراً اس کی سائیڈ لی۔

"خیر ہے۔ آپ لوگ آگے چلیں۔ میں اور ہانیہ بعد میں آجائیں گے۔"

مظفر گاڑی سے باباجان، دادیوں اور امی کو لے گیا۔ مونس گھر آیا تو ہانیہ اور چچی تیار بیٹھی تھیں کہ مظفر انہیں چھوڑ کر آئے تو یہ بھی جائیں۔ ہانیہ نے زرد رنگ کا سوٹ پہنا تھا۔ بال پونی میں ہی باندھے تھے۔ دانیہ یا فائزہ تو تھیں نہیں جو کوئی ہیمز اسٹائل بنادیتیں۔ مونس کو وہ پھر بھی اچھی ہی لگ رہی تھی۔ وہ تھی ہی اتنی بیاری۔ "اچھا ہوا بیٹا، کہ تم آگئے۔ ہم تو آمنہ آپا کے گھر جانے کے لئے تیار ہیں۔ ڈرائیور کا انتظار کر رہے تھے۔ تم آگئے ہو تو فریش ہو کر ساتھ ہی چلو۔"

"نہیں امی۔ میں نہیں جاسکوں گا۔ اچھا ہوا کہ آپ گھر پر ہیں۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ آپ رک جائیں۔ ذرا مجھے کچھ کھانے کے لئے ہلکا سا بنا دیں۔ اور چائے۔ کھا کر آرام کروں گا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تھا اور اوپر کی طرف بڑھا۔

"بیٹا، میں تو نہیں رک سکتی۔ سب کیا کہیں گے۔ آمنہ آپا کا بھی ایک دو بار کال آچکا ہے صبح سے۔" "تو پھر میں ایسے ہی بھوکا رہوں؟" منہ پھلایا۔

"میں یہ تو نہیں کہہ رہی۔ چائے بنا دیتی ہوں۔ ہنی، مظفر آئے تو اسے تھوڑا انتظار کرنے کا کہہ دینا۔"

"اور آپ کے جانے کے بعد مجھے کسی چیز کی ضرورت پڑی، تو کیا کروں گا؟"

"کیا کہوں؟ میری تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔"

"آپ کا جانا ضروری ہے۔ ہانیہ کا تو نہیں۔ اسے رہنے دیں۔ میں اور وہ شام میں آجائیں گے۔"

اس نے آرام سے مشورہ دیا۔ ہانیہ کا منہ کھل گیا۔ پتہ نہیں حیرت زیادہ تھی یا صدمہ۔ اب تک وہ خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہی تھی۔

"میرا جانا کیوں ضروری نہیں؟ مجھے جانا ہے۔ اور مجھے کون سا بہت کھانا بنانا آتا ہے؟"

"تم۔۔۔"

مونس کے کچھ کہنے کے پہلے ہی فون بجا۔ طاہرہ نے فون اٹھایا۔ دوسری طرف آمنہ تھیں۔ کچھ دیر تک دوسری طرف کی بات سنتی رہیں۔

"جی آپا، میں آرہی ہوں کچھ دیر میں پہنچ جاؤں گی۔ اللہ حافظ۔"

فون رکھ کر ان دونوں کو دیکھا۔

"مجھے جانا ہے ابھی۔ آمنہ آپا کو کچھ سسرالی رشتہ داروں کے لئے جوڑے لینے ہیں۔ اگر زبیدہ بھابھی اور وہ دونوں چلی گئیں تو پیچھے باقی کاموں کے لئے اماں وغیرہ پریشان ہوتی پھریں گی۔ ہانیہ تم رک جاؤ۔ ایک دو گھنٹے تک تم دونوں بھی آجانا۔" قطعی لہجہ میں کہہ کر وہ باہر نکل گئیں۔ اگر تھوڑی نرمی برتنے کی کوشش کرتیں تو دونوں نے بحث کر کے پریشان کرنا تھا۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں۔ تم چائے بناؤ۔" ہلکا سا مسکرا کر وہ اوپر چلا گیا۔ اس کی ترکیب کام کر گئی تھی۔

ہانیہ تھوڑی دیر تک افسردہ سامنے بنائے کھڑی رہی۔ پھر کچھ سوچ کر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

وہ آنگن کی طرف بھاگی تھی۔ شاید طاہرہ بھی یہ بات بھول گئی تھیں کہ ثروت بوا گھر پر ہی تھیں۔ سب پھوپو کے گھر کے لئے تیار ہوئے تو وہ آکر لیٹ گئی تھیں۔ تھوڑا بخار سا تھا۔ ورنہ وہ بھی ساتھ ہی جاتیں۔ پروین پچوں کے ساتھ پھوپو کے گھر تھی۔

"ثروت بوا!"

اس نے آہستہ سے آواز دی۔

"بولو بیٹا۔ گئی نہیں تم۔"

"نہیں۔ مونس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ چائے اور کچھ کھانے کو مانگا ہے۔ آپ پلیز چلیں۔ گھر میں اور

کوئی نہیں ہے۔"

شکل پر مزید معصومیت طاری کی۔

"ہاں چلو۔ میں بنادیتی ہوں کچھ۔"

وہ اٹھ کر اس کے ساتھ کچن میں آئیں۔ ہانیہ نے ہاتھ پکڑ کر انہیں پیڑھی پر بٹھا دیا۔

"آپ مجھے بتاتی جائیں، میں کر لوں گی۔ آپ ساتھ رہیں، بس۔"

اور واقعی اس نے سارے کام خوش اسلوبی سے پنپٹائے تھے۔ تھوڑی دیر میں وینچیز سینڈویچز اور چائے تیار تھی۔ ثروت بی نے غور کیا، اور مسکرا دیں۔

مونس فریش ہو کر نیچے آیا تو بوا کو دیکھ کر حیران ہوا۔ اور شاید ناامید بھی۔

"بیٹا کو چائے میں شکر پتی کا اندازہ نہیں تھا۔ اس لئے مجھے بلا لیا۔ اب تم تھوڑا آرام کر کے تیار ہو جاؤ تو ہم بھی شام تک چلتے ہیں۔ شادی والا گھر ہے، دس کام ہوتے ہیں۔" خواجواہ صفائی دی۔ ہانیہ دل ہی دل میں مشکور ہوئی۔ ان کا دم غنیمت تھا۔ ورنہ اکیلے مونس کے ساتھ۔۔۔ اُف تو بہ۔



عشاء سے کچھ پہلے وہ دونوں پہنچے تھے۔ ثروت بوا نے اصرار کر کے ان دونوں کو جانے کے لئے تیار کیا تھا۔ مونس کا موڈ خراب تھا کہ اس کا پلان چوپٹ ہو گیا، لہذا اس نے صاف منع کر دیا تھا۔ پھر جب ثروت بوا نے کہا کہ وہ گھر پر ہی رہیں گی، تب کہیں جا کر وہ فوراً مان گیا تھا۔ پھوپو کا گھر دس منٹ کی ڈرائیو پر سہی، تھوڑا وقت تو ملتا اسے ہانیہ کے ساتھ۔ اب چونکہ ثروت بوا نہیں آئی تھیں۔ اس لئے مونس کا خراب موڈ کافی حد تک خوش گوار ہو گیا تھا۔ ہانیہ کا ساتھ جیسے تھا، لیکن کیا بات کرنا، یہ تو اس نے سوچا ہی نہ تھا۔ بہت سوچنے کے بعد اس نے سوال کیا۔

"دانیہ اور فائزہ نہیں نظر آئیں؟"

"وہ پھوپو کے گھر ہی ہیں۔" اس نے مختصر کہا۔ شرم آرہی تھی۔ نکاح کے بعد پہلے دفعہ اکیلے تھے دونوں۔

"تم کیوں نہیں رکیں؟"

"میرا ٹیسٹ تھا۔ مس نہیں کر سکتی تھی۔"

"اچھا۔ کیسا ہوا پھر ٹیسٹ؟"

"ٹھیک ہوا۔ میری تیاری اتنی اچھی نہیں ہوئی۔ اور ٹیسٹ لکھتے وقت سارا وقت میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ ابھی پھوپو کے گھر کتنا مزہ آرہا ہو گا۔ مجھے ہماری ٹیچر پہ غصہ بھی آیا کہ انہوں نے آج ہی کیوں ٹیسٹ لینا تھا۔ اور شادی چھٹیوں میں کیوں نہیں رکھی؟" منہ پھلائے وہ جیسے ہر ایک سے ناراض تھی۔ مونس ہنس دیا۔

راستے میں اس سے کالج کے متعلق مزید تھوڑی باتیں ہوئیں۔ دس منٹ کا راستہ دھیرے دھیرے گاڑی چلا کر بھی پندرہ منٹ میں طے کیا۔ اتنا ڈرامہ کر کے کیا حاصل ہوا۔ دھت تیرے کی۔ اور اب وہ آگے کا پلان کر رہا تھا۔

"رسم ہو جائے تو تم میرے ساتھ ہی واپس چلنا۔" اس نے سرسری لہجے میں کہا تھا۔ گویا کوئی بڑی بات ہی نہیں۔ ہانیہ کو مزید جھکا لگا تھا۔ اور یہ بات اس نے اب پھوپھو کے گھر پہنچنے کے بعد کہی تھی، جب رک کر بحث کرنے کا بھی موقع نہ تھا۔ دل پر پتھر رکھ کر وہ اندر چلی گئی۔ سبھی اس کے منتظر تھے۔ عورتوں کی محفل میں پہنچی تو چچی نے سب سے پہلے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔

"سوری بیٹا، مجھے تمہیں اکیلے چھوڑ کر آنا پڑا۔ لیکن یہ بھی ضروری تھا۔"

"کوئی بات نہیں چچی جان۔" وہ اوپری دل سے بولی تھی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ سب بتادے کہ آپ کا بیٹا دھونس جمارہا ہے۔

"بیٹا، تم نے چائے دی تھی اسے؟ مونس نے زیادہ خمرے تو نہیں کیے؟ سو گیا وہ؟"

"میں نے سنبھال لیا سب اچھے سے۔ ثروت بوا کو بلا لیا تھا۔ وہ میرے ساتھ تھیں۔ میں نے سب کام خود کیے تھے۔ میں نے چائے اور سینڈویچز دیے تھے۔ سوئے تو نہیں شاید۔ بوانے کہا کہ جلدی چلے جاؤ۔ تو وہ بھی تیار ہو گئے۔ ہم دونوں ساتھ ہی آئے ہیں۔ باہر ہیں وہ انس وغیرہ کے ساتھ۔" اس بار تفصیل سے اپنی کارکردگی بتائی تھی۔

"ماشاء اللہ، ہماری ہانیہ نے تو بڑا کام کر دکھایا۔ مونس کو شادی کے فنکشن پر آنے کے لئے راضی کر لیا۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔ ان کی سسرالی رشتہ داروں میں سے کچھ عورتیں اسے بغور دیکھ رہی تھیں۔ سادہ تھی۔ میک اپ اور ہیئر اسٹائل کرنا باقی تھا۔ لیکن دمک رہی تھی۔

"یہ آپ کے بھائی کی بیٹی ہے؟" ایک نے اندازہ لگایا۔

"جی، ایک بھائی کی بیٹی ہے، اور دوسرے کی بہو۔ نکاح ہو گیا ہے اس کا۔" آمنہ نے فوراً جواب دیا تھا۔ جانتی تھیں کہ شادی بیاہ کے فنکشنز میں لڑکوں کی امائیں اپنے لئے بہوئیں ڈھونڈنے نکلتی ہیں۔ وہ بور ہو کر اٹھ گئی۔ جاکر شازیہ سے ملی۔

اس نے دیکھتے ہی چیخ ماری تھی۔

"اب ہوئے ہیں تمہارے ٹیسٹ ختم؟"

"نہیں، ٹیسٹ تو ایک بجے تھا۔" ہانیہ نے معصومیت سے کہا۔

"ہانیہ کی بچی۔ میں پوچھ رہی ہوں کہ تم اتنی دیر سے کیوں آئیں؟"

"میں کالج سے آکر سو گئی تھی۔ تیار ہونے کے پہلے ہی امی وغیرہ آ گئیں۔ میں اور چچی نکلنے ہی والے تھے تو مونس آ گئے۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اس لئے چچی نے مجھے وہیں چھوڑ دیا اور خود آ گئیں۔ پھر مونس کے تیار ہونے میں وقت لگ گیا۔ ایک تو گاڑی بھی اتنا دھیمے چل رہی تھی۔" اس نے جلد دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"اوائے ہوئے۔ ڈیٹ شیٹ چل رہی ادھر لوگوں کی۔ کیا باتیں ہوئیں راستے میں؟"

"کالج، ٹیسٹ، بس۔ وہ سب چھوڑیں۔ یہ دیکھیں کہ میں انہیں بھی ساتھ لائی ہوں۔" بڑی مشکل سے اس نے خود کو روکا تھا مونس کی فرمائش بتانے سے۔ پہلے ہی ساتھ آنے کا سن کر اسے چھیڑنے لگے تھے۔ اگر سنتے کہ ساتھ واپس لے جانا چاہ رہا ہے تو ضرور ہی ننگ کرنا تھا سب نے۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔ میں بھی تمہاری شادی میں لیٹ ہی شرکت کروں گی۔ اور مجھے یہ بتاؤ، تم نے کبھی غلطی سے

بھی مونس بھائی کو مونس بھائی نہیں کہا؟ **ایسے تمہاری زبان بہت پھسلتی ہے۔** اس بات پر قابو میں کیسے رہی؟"

"ایویں۔ خواہ مخواہ۔ میں کیوں بھائی بولوں گی۔" وہ شرما گئی۔ پہلے ہی دل کی عجیب سی حالت ہو رہی تھی، اپنا نام بار بار مونس کے ساتھ سن کر۔ نکاح ہوا۔ سب نارمل ہی رہے تھے۔ اب اچانک ہی۔۔۔ اوپر سے اس کی دھمکی۔ کسے بتائے اور کیسے بتائے۔ وہ ایک طرف بیٹھی سوچ رہی تھی کہ دانیہ نے اسے آواز دی۔

"تمہارے چہرے پر کیوں بارہ بج رہے ہیں؟"

"نہیں تو۔ اچھا میرا ہیئر اسٹائل تو بنادیں۔" خود پر فخر محسوس ہوا کہ اتنی آسانی سے اس نے بات بدلی۔ پھر وہ باقی لڑکیوں کے بیچ جا کر بیٹھ گئی تو تھوڑا بہل گئی۔ اسے مونس نظر آیا تو تیزی سے اس کے پاس گئی۔

"میں نہیں جا رہی واپس۔"

"بحث نہ کرو۔ بس میں نے کہہ دیا۔ تم میرے ساتھ واپس جا رہی ہو۔" عجیب سی دھونس جمائی۔

"کیوں؟"

بے بسی سے سوال کیا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم ساتھ چلو، میرا خیال رکھنا۔"

"میں کونسا آپ کی امی ہوں، جو خیال رکھ لوں گی۔"

"لا حول ولا قوہ۔ تم کبھی سوچ کر بولی ہو؟" وہ زور سے بولا۔ پھر آواز دھیمی کی اور خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"امی کو تو نہیں لے جا سکتا نا۔"

"اور مجھے لے جاسکتے ہیں؟ کیوں ایسے خزرے کر رہے ہیں؟ گھر کی شادی ہے۔ پہلے ہی آپ کی وجہ سے لیٹ آئے ہیں اور سب خفا ہیں۔ شازیہ آپنی بول بھی نہیں رہیں مجھ سے۔ اور اب میں جانے کی رٹ لگا دوں۔ ابٹن ہے۔ لوگ گلا دبا دیں گے میرا۔ کل بھی میں چلی گئی تھی۔ مجھے رکنا ہے ادھر رات۔"

"مجھے نہیں رہنا اور تم ساتھ چل رہی ہو۔" حکم صادر کر کے وہ حیدر وغیرہ کی طرف بڑھ گیا۔

لان میں قدرے سائیڈ پر وہ کھڑی رہ گئی۔

"آل اوکے بیٹا؟" پھوپھا کی آواز سن کر وہ گھبرا سی گئی۔

"جی انکل۔"

"لگ تو نہیں رہا۔ کوئی مسئلہ ہو تو بتاؤ۔ شاید میں کچھ مدد کر سکوں۔"

"کچھ بھی نہیں انکل۔" کیسے بتاتی مونس کی بے تکی ضد کا۔

"اچھا۔ جیسے تمہاری مرضی، نہ بتاؤ۔ بس دو باتیں یاد دلا دوں۔ سن رکھی ہوں گی تم نے۔ ایک تو یہ کہ جو ڈر گیا وہ مر گیا۔ دوسرے صنف نازک کے آنسو بہت بڑی طاقت ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔

پھوپھا تو جینینس ہیں۔ یوں مسئلہ حل کر دیا۔ اس نے مونس کو ڈھونڈنے کے لیے نظریں دوڑائیں۔

وہ نظر تو آگیا۔ لیکن پکارتی کیسے؟ حیدر اور دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کی نظروں کا ارتکاز تھا، یا بور ہو کر اس نے نظریں گھمائیں تو ہانیہ کو اپنی طرف دیکھتے پایا۔ دل خوش فہم ہوا۔ آرام سے ٹہلتے ہوئے وہ اس کے پاس آیا۔

"مونس بات سنیں۔ میں نہیں جا رہی گھر آپ کے ساتھ۔ مجھے رات ادھر رکنا ہے۔" اس نے چھوٹے ہی کہا۔

"ارے۔ اب دوبارہ بحث کرنی ہے؟" اس نے رعب دکھایا۔

"میں نے نہیں جانا۔ آپ اتنا ڈانٹتے ہیں۔" آنکھ میں آنسو آگئے۔ "شازیہ آپنی نے دھمکی دی ہے کہ ہماری شادی میں وہ بھی لیٹ آئیں گی۔ ڈرامہ کریں گی۔ ایسا کیسے۔۔۔" تھوڑے اور آنسو بہائے۔

"روؤ تو مت۔" وہ بوکھلا کر بولا۔ کوئی بھی کبھی بھی دیکھ سکتا تھا اور اس کی شامت آجاتی۔ دوسرا اس کا روتا دھوتا، سجا سنورا روپ۔ اف۔ پہلے اس کے رونے پر ہنسی آتی تھی۔ آج جان نکل رہی تھی۔

"آپ بھی رک جائیں۔ رات بھر جاگنے کا پلان ہے۔ کتنا مزہ آئے گا۔ آپ بھی شامل ہو جائیں۔ کبھی تو مل جل کر رہیں سب کے ساتھ۔ میں بھی تو رہوں گی۔"

ہچکچاتے ہوئے کچھ سمجھانے کی کوشش کی۔ خدا کا شکر کہ مونس کو سمجھ آ بھی گئی۔ اسے ہانیہ اپنے آس پاس چاہیے تھی، وہ ایسے بھی ہو جاتا۔ اور گھر والے بھی خوش۔ ایک تیر سے دو شکار۔ ہانیہ نے تو بڑی عقلمندی سنبھائی۔

"ٹھیک ہے۔ میں رک رہا ہوں۔ امی سے کہہ دو۔"

"جی بہتر۔" وہ اپنی جیت پر خوش ہوتی دوبارہ لڑکیوں کے بیچ جا کر بیٹھ گئی۔

"کہاں غائب ہو گئی تھیں تم؟" نازیہ نے پوچھا۔

"مونس کہہ رہے ہیں وہ بھی رکیں گے رات ادھر۔"

اس نے سب کو بتا کر خوب تعریفیں سمیٹیں کہ مونس کو ابٹن کے فنکشن میں شمولیت پر اور رات رکنے کے لئے راضی کرنا بڑی بات تھی۔ رت جگا ہوا۔ لڑکے لڑکیاں مل کر گپیں لگا رہے تھے۔ سب نے مونس کو بہت چھیڑا تھا۔ وہ بھی مسکرا کر، سر جھکا کر سب سنتا رہا۔ پھر مونس نے مہندی کے فنکشن میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اور ہانیہ اترا تھی پھر رہی تھی کہ اس کی وجہ سے مونس میں یہ خوشگوار تبدیلی آئی تھی۔

شادی بخیر و خوبی انجام پائی۔ مزید خوشی کی بات یہ تھی کہ دانیہ کو فاطمہ پھوپھو نے وقاص کے لئے مانگا تھا۔ گھر کی ہی بات تھی۔ فوراً ہاں کہہ دی گئی تھی۔



"ااااا۔" کچن سے ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی جو بلا مبالغہ سارے محلے میں سنی گئی۔ سارا گھر دوڑا آیا۔ آنسہ ہانیہ نے ہاتھ کی انگلی ذبح کر لی تھی۔ گو بھی کے پھول کی بجائے انگلی پر چھری چلا دی تھی۔ اور اب رو رو کر برا حال کیا ہوا تھا۔ اب اتنے لوگ تو مرہم پٹی کے لئے درکار نہیں ہوتے۔ جس طرح یکے بعد دیگرے لوگ آئے تھے، اسی طرح واپس بھی ہو لیے۔ مونس صاحب کھڑے تماشا دیکھتے رہے۔ جب صرف زبیدہ بیگم اور دانیہ رہ گئیں تو ہمت کر کے آگے بڑھے۔

"میں پٹی کر دیتا ہوں۔ آپ لوگ کچن کا کام دیکھیں۔"

طاہرہ بیگم اور دانیہ نے حیرت سے پلٹ کر اسے گھورا، اس طرح کہ اس نے سٹیٹا کر کچن سے رفوچکر ہونے میں ہی عافیت جانی۔



مونس کے دل کا موسم بدلنے لگا تھا۔ لیکن جتنی شدت سے اس نے پڑھائی کے دوران نکاح سے منع کیا تھا، اب رخصتی کا کہتا بھی کیسے؟ ہانیہ کے دو سمسٹرز باقی رہتے تھے۔

ایک بار سرسری طور پر ماں سے کہا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ بہو لے آئیں۔"

"انس تو چھوٹا ہے۔ ہانیہ اس سال گریجویشن کر لے تو بات کرتی ہوں۔"

طاہرہ سمجھ نہ پائیں کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔ پھر تو روز کا نائک سا ہو گیا۔ ہر چھوٹی بڑی بات پر شکایت کرنے لگا تھا۔

"میرا کمرہ الٹ پلٹ سا ہے۔"

"میں کسی سے کہہ کر تمہارا کمرہ ٹھیک کروا دیتی ہوں۔"

"میرے کپڑے ادھر ادھر ہیں۔ کبھی میچنگ شرٹ نہیں ملتی الماری میں۔"

"میں کسی سے کہہ دیتی ہوں۔ ڈھونڈنے کو۔"

"رہنے دیں۔ کوئی فکر نہیں کسی کو میری۔" اس نے غصہ سے بولا۔ سب حیران تھے۔ ایسی بد لحاظی اور اتنی

شکایتیں پہلے تو کبھی نہ کی تھیں اس نے۔ طاہرہ گہری گہری سانسیں لینے لگیں۔ یوں بھی بات بے بات اختلاف ہوتا تھا انہیں۔

"امی میں دیکھ لوں گی بھائی کو کیا چاہیے۔"

اماں بی اور دادی اماں یہ سب خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔ دادی اماں نے جھک کر اماں بی کے کان میں کچھ کہا۔

انہوں نے تائید میں سر ہلادیا۔ اور جا کر باباجان کو بتایا۔ دونوں نے آپس میں کچھ طے کیا اور مطمئن ہو گئے۔

رات کے کھانے سے پہلے باباجان نے مونس کو بلایا۔

"برخوردار سنا ہے آپ کو کافی شکایتیں رہنے لگی ہیں۔"

"نہیں تو باباجان۔" وہ سٹپٹایا۔ پہلی بار باباجان کے حضور پیشی ہوئی تھی۔ اوپر سے باباجان کا حد سے شائستہ انداز۔

اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

"کیا مسئلہ ہے؟ کھل کر بتائیں۔"

"کچھ خاص نہیں باباجان۔ بس سب گڑبڑ رہتی ہے۔ کبھی کپڑے ادھر ادھر ہوتے ہیں۔ کبھی فائلز اپنی جگہ نہیں

ہوتیں۔ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ فائزہ پڑھائی اور گھر کے دیگر کاموں میں مصروف ہوتی ہے۔"

"بیٹا۔ اماں کی آڑ نہ لیں۔ اپنے دل کی بات کہیں۔"

"بس۔ ابا جان میں چاہتا ہوں کہ رخصتی ہو جائے۔" ہمت کر کے کہہ دیا۔

"جس مسئلہ کا آپ کہہ رہے ہیں، وہ تو جوں کا توں رہے گا۔ ہانیہ بھی تو پڑھائی میں مصروف ہوتی ہے۔ اصل بات یہ

ہے کہ آپ رخصتی کروانا چاہ رہے ہیں۔" بابا جان نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوری بابا جان۔ میں۔۔۔ میرا مطلب۔۔۔ وہ۔۔۔" اس نے بات بنانے کی کوشش کی۔

ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے روکا۔

"میں بات کرتا ہوں، بے فکر ہو جائیے۔ آپ نے یہ بات پہلے ہی کہہ دینی تھی۔ گھر میں ڈرامہ کیوں

کر رکھا ہے؟"

"سوری بابا جان!"



"کھانے کے بعد دونوں بیٹے، بہوویں، اور مونس میرے کمرہ میں آجائیں۔"

رات کا کھانا کھاتے وقت بابا جان نے بنا کسی کو مخاطب کیے کہا۔

"بابا جان۔ ہم تینوں ہی تو بچتے ہیں۔ ہمیں بھی بلا لیں۔"

ہانیہ نے لاڈ سے کہا۔ فائزہ نانی کے گھر گئی ہوئی تھی۔ دونوں بہنیں اور انس ہی بچتے تھے۔ امی اور دانیہ

نے اس کی بات پر گھورا تھا۔ لیکن بابا جان فوراً بولے تھے۔

"جی بیٹا۔ تو یوں کرتے ہیں کہ یہیں بیٹھ کر کافی پیتے ہیں۔ باتیں بھی ہو جائیں گی۔"

کافی سرو ہوئی۔ سب منتظر تھے اور بابا جان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"مونس چاہتا ہے کہ رخصتی ہو جائے۔" پہلا جملہ ہی مونس سمیت سب کو سکتہ میں ڈال گیا۔ مونس

کو امید نہ تھی کہ اس کا نام لے کر بات شروع کریں گے۔ وہ شرمندہ سا ہوا۔

"طاہرہ کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ بچیاں تعلیم میں مصروف ہوتی ہیں۔ زبیدہ کیا کیا دیکھے۔ ہمیں لگتا ہے

کہ اس سمسٹر کے بعد رخصتی کر دی جائے۔ ہانیہ اس کی ذمہ داری سنبھال لے گی۔ باقی کام مل جل کر

ہو جائیں گے۔ مونس کی شکایتیں بھی دور ہو جائیں گی کہ کسی کو اس کی پرواہ نہیں۔ کوئی اعتراض؟"

دو ٹوک لہجہ میں سوال کیا۔

"بابا جان۔" ایک طرف سے آواز آئی۔

"جی ہانیہ۔" وہ متوجہ ہوئے۔

"میری پڑھائی۔" وہ ٹھکی۔

"آپ نے یہیں رہنا ہے۔ رخصتی کے بعد بھی آپ پہلے کی طرح کالج جاسکتی ہیں۔" باباجان نے اس کا اعتراض رد کیا۔

"ایک ہی سمسٹر تو رہتا ہے اس کے بعد۔" اگلا بہانہ آیا۔

طاہرہ نے گھورا، مگر اس پہ کبھی اثر ہوا تھا جو آج ہوتا۔

"ہانیہ۔" باواز بلند تنبیہ کی۔

"کہنے دیں اسے۔" باباجان نے زبیدہ کو منع کیا اور پھر ہانیہ سے مخاطب ہوئے۔

"بیٹا۔ اپنی چچی کی طبیعت دیکھیں۔ مونس کی بات بھی درست ہے۔ روز ہر چیز کے لئے پریشان ہو گا تو کام پہ دھیان کیسے دے گا۔ نئی نئی جاب ہے۔ بس۔ فقہ سمسٹر کے بعد رخصتی کریں گے، انشاء اللہ۔ سمسٹر کی چھٹیوں میں آپ نئی روٹین میں ایڈجسٹ ہو جائیں گی۔ گھر کی ہی تو بات ہے۔"

وہ قطعی لہجے میں بولے تھے۔ آگے کچھ کہنے کی گنجائش نہ تھی۔ کاش ہانیہ بھی یہ بات سمجھ پاتی۔

"پھر تب تک رکنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ابھی ہی کر دیں۔" وہ روہانی ہو کر بے ساختہ بولی تھی۔ اس بار سب کو اس کی بے وقوفی پر ہنسی آئی تھی۔ بحث کرنے کے شوق میں وہ کیا کہہ گئی تھی۔

"جیسے آپ کہیں۔ کیوں برخوردار؟ پھر اگلے جمعہ کو ولیمہ کر لیتے ہیں۔ ہوٹل میں انتظام کر لیں گے۔ تیاری کی کوئی فکر نہیں۔" انہوں نے معاملہ یوں نپٹایا۔

"اور کچھ؟" سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اتنے کم وقت میں جوڑا کیسے بنے گا۔" اب کی بار آنسو بھی نکلے تھے۔ انس کی ہنسی چھوٹی۔ وہ "سوری کہہ کر بھاگ گیا۔"

"رات کافی ہو گئی ہے۔ باقی تفصیل کل ڈسکس کر لیتے ہیں۔" بابا نے گویا محفل درخواست کی۔

ہانیہ وہیں بیٹھی رہی۔ آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کا فیوریٹ مشغلہ۔

"بیٹا میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ اور بالکل درست فیصلہ کیا ہے۔ پھر یہ

رونا کیوں؟"

"ڈر تو لگتا ہے نا باباجان۔"

"ڈر کی بات نہیں ہے بابا کی جان۔ آپ ہماری سب سے اسٹرائٹ اور سمجھدار بیٹی ہیں۔ پتہ ہے نا؟
"رازدارانہ انداز میں کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔ بابا سے ایسے ہی تو دوستی نہیں تھی۔"



نکاح کے وقت تین دن کا وقت ملا تھا۔ اس میں ہی سب نے مل کر ادھم مچایا تھا۔ جی بھر کر ارمان نکالے تھے۔ اس بار تو تیاری کے لئے پورے نو دن تھے۔ ہر وقت ہلاکلا کرنے کا ایک بہانہ مل گیا تھا۔ ابھی ابھی وہ لوگ شاپنگ سے واپس آئے تھے۔ ہانیہ نہیں گئی تھی۔ اسے شاپنگ کرنی آتی ہی نہیں تھی۔ کچھ پسند ہی نہ آتا یا ہر چیز پسند آجاتی اور ایک کا انتخاب نہیں کر پاتی۔ پھر دوسروں کو پوچھ پوچھ کر پریشان کر دیتی تھی۔ پچھلے کئی سالوں سے اس کی شاپنگ کی ذمہ داری دانیہ کے سر تھی۔

آج بھی وہ اس کے لئے کچھ جوڑے لے کر آئے تھے۔ اور ہانیہ خوشی خوشی ہر جوڑا دیکھ رہی تھی۔ اس کے "ابھی ہی کر دیں" والے اسٹنٹ نے اس کی "یہ کبھی نہیں سدھرے گی" امیج کو چار چاند لگا دیے تھے۔ اب ہانیہ کو تنگ کیا جا رہا تھا۔

"ہانیہ کو اپنی رخصتی کی کتنی خوشی ہے۔" حیدر نے چھیڑا۔

"اور جلدی بھی۔" یہ انس تھا۔

"تم نے نکاح کے وقت ہی کہہ دینا تھا کہ ابھی ہی شادی کر دیں۔ بھائی کو اتنی پریشانی نہ ہوتی اور نہ وہ امی سے بد تمیزی کرتے۔ کتنا عجیب سامان ہو گیا تھا گھر کا۔" فائزہ نے بھی ٹکڑا لگایا۔

ہانیہ خلاف معمول خاموش تھی۔

"میری بیٹی کو پریشان نہ کرو۔ اس نے بہت سمجھداری سے کام لیا ہے۔ خوش رہو بیٹا۔"

صفدر انکل کب آئے اور کب باتیں سن لیں، کسی کو پتہ نہ چلا۔ انہوں نے آکر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔ اور اندر چلے گئے۔ ہانیہ مسکرا دی تھی۔ اس کا اعتماد بھی لوٹ آیا تھا۔

"یہ کب ہوا؟" حیدر کو حیرت تھی۔

"ڈیڈی نے اتنے پیار سے ہمیں کبھی دعا نہیں دی۔"

نازیہ کو صدمہ تھا۔

"تمہاری ڈیڈی سے کب سے دوستی ہوئی، اور کیسے؟"

"جب اپنے بچے اتنے نالائق ہوں، تو پھر انکل پیار سے بات کریں بھی کیسے؟" ایک جملہ میں سب کا حساب برابر کر اب وہ خوشی سے جوڑا دیکھ رہی تھی۔



ولیمہ ہوا اور دھوم دھام سے ہوا۔ اس نے اپنی ساری کلاس میٹس کو بلایا تھا۔ مونس بے حد خوش تھا۔ ساری رات سرگوشیاں اور شرارتیں کرتے ہوئے گزری تھی۔ ہانیہ مسکراتے ہوئے اس کی باتیں سنتی رہی تھی۔ کہا کچھ نہیں۔

اگلے دو دن تو ویک اینڈ کی وجہ سے گھر پر ہی تھے۔ لیکن معمولات میں کچھ خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ پیر سے نارمل روٹین شروع ہو گئی۔ مجال ہے جو ہانیہ میں ذرا فرق آیا ہو۔ اب اسے اپنے اور مونس کے کام کرنے پڑتے تھے۔ پھر کالج اور پڑھائی۔ اس کے بعد وہ اور کسی بھی کام میں ہاتھ نہیں لگاتی تھی۔ سارا وقت اس بات کو لے کر امی سے نوک جھونک اب بھی جاری رہتی تھی۔ ایک دن تنگ آ کر کہہ بھی دیا۔

"امی۔ آپ میری ساس تو نہ بنیں۔ چچی کبھی کچھ نہیں کہتیں۔"

"وہ مروت دکھاتی ہیں۔ سدھر جاؤ ہانیہ۔ جاؤ، مونس آنے والا ہو گا۔ چائے کی تیاری کرو۔ اور جا کر اپنا حلیہ ٹھیک کرو۔"

پنک قمیص، سفید شلوار، آستین اوپر چڑھائے بناؤ پٹے سے بیٹھی ہانیہ کو دیکھ کر انہیں نئے سرے سے غصہ آیا۔



"شام میں میرے ایک کولیگ کی شادی ہے، تیار رہنا آٹھ بجے تک۔"

ناشتے کی ٹیبل پر بنا کسی کو مخاطب کیے مونس نے فرمان جاری کیا۔

"ہنی کو؟" چچی نے تصدیق چاہی۔

"جی۔" کہہ کر وہ اٹھ گیا۔ ہنی نے ہاتھ روک کر مونس کا جواب سنا تھا۔

"کیا پہنو گی؟"

پہلی بار مونس نے اسے ساتھ لے جانے کا کہا تھا۔ چچی سب سے ایکساٹنڈ تھیں۔ دانیہ اور فائزہ بھی شاید اسی بارے میں سوال کرتیں، لیکن چچی سبقت لے گئیں۔

"جو آپ کہیں۔" چیتتی بہو نے فرمانبرداری کی حد کر دی۔

"تمہارا نیوی بلیو سوٹ پہن لو، یا میرون لہنگا۔" چچی نے مشورہ دیا۔

"امی، وہ بھائی کے دوست کی شادی میں جا رہی ہے، اپنے ویسے پہ نہیں۔" فائزہ نے ہر وقت مداخلت کی۔ پھر ہنی سے مخاطب ہوئی۔

"نیوی بلیو سوٹ ٹھیک رہے گا۔ تم تیار ہوتے وقت مجھے یاد دانیہ کو کہہ دینا۔ یہ نہ ہو کہ دھلا منہ لے کر چلی جاؤ۔"

"ہیں، ہیں!" چچی نے گھورا۔

"اب کیا ہوا امی؟"

"تم اسے بھابھی کیوں نہیں کہتیں؟"

"جی امی، میرا بالکل احترام نہیں کرتے یہ لوگ۔" ہنی نے موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ امی پر زور دیا۔

"بھابھی کہہ کر بلایا کرو۔ ہمارے خاندان کی سب سے بڑی بہو ہے۔ اور اسے اچھا سا تیار کر دینا۔ اللہ میرے بچوں کو خوش رکھے۔"

وہ ہنی کا ماتھا چوم کر ڈائمنگ ٹیبل سے اٹھ گئیں۔



وہ آٹھ بجے تک بالکل تیار تھی۔ نیوی بلیو سوٹ، میچنگ چوڑیاں، اور گولڈ کا ہلکا سا سیٹ، جو وہ بہت

نخروں کے بعد پہننے کے لئے تیار ہوئی تھی۔ پیروں میں نیوی بلیو فلیٹس تھے، جس پر نگ لگے تھے۔

مونسن نے گھر آتے ہی کمرہ کا رخ کیا۔ کمرہ خالی تھا۔ اور آثار دیکھ کر لگتا نہ تھا کہ صبح کے بعد کسی نے

ادھر کا رخ بھی کیا ہو۔ اسے یقین تھا کہ وہ بھول گئی ہوگی۔ وہ تیار ہوا۔ اسے ڈانٹنے کی تیاری کر کے نیچے

اترا۔

"فائزہ میرے بالوں کو باندھ دو، ورنہ میں نہیں جاؤں گی۔ لاؤنج سے ہنی کی دھمکی بھری آواز آئی۔ اس

نے دیکھا، کافی نفاست سے تیار، کھلے بال لئے، وہ خراب موڈ کے ساتھ کھڑی تھی۔

"کیوں ضد کرتی ہو ہنی؟" وہ بھی چڑگئی، پچھلے دس منٹ سے یہی تکرار جاری تھی۔

"ایسے ہی رہنے دو، ہمیں دیر ہو رہی ہے۔"

اسے ریڈی دیکھ کر مونس نے جلدی مچائی۔
"مگر۔"

مونس سن کہاں رہا تھا۔ باہر نکل چکا تھا۔ ہنی زیر لب بڑبڑاتے ہوئے پیچھے ہولی۔
مونس دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ ہنی کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ریڈیو بھی شروع کر دیا۔
"کس ہال میں ہے فنکشن؟"
مونس نے جواب نہیں دیا۔
"اتنا تیار ہونے کی کیا ضرورت تھی؟" تعریف کرتے جھجک آئی۔ سمجھ نہ آیا کہ بات کیسے شروع کرے۔ خواہ مخواہ اعتراض جڑ دیا۔
"میں نے تو کہا تھا، دانیہ آپ اور فائزہ سنتی کہاں ہیں۔ میری تو کوئی بھی نہیں سنتا ہے۔" اس کے اپنے شکوے تھے۔

شاپنگ مال میں گاڑی روکی۔ ایک انگوٹھی خریدی۔ شاپنگ اور ہانیہ، وہ بورہور ہی تھی۔
"چلیں اب؟" اکتا کر کہا۔
"رکو۔ اب آہی گئے ہیں تو تمہاری بھی شاپنگ کرتے ہیں۔" مونس کو کوئی جلدی نہ تھی۔
مونس نے اپنی پسند سے کچھ ڈریسز لیے۔ ہانیہ نے بھی کوشش کی تھی کہ وہ اپنی رائے دے سکے۔ کچھ چیزیں واقعی اسے پسند آگئی تھیں۔ اس کے بعد ایک ریستورنٹ کی طرف بڑھا۔ ہانیہ کو حیرت ہوئی۔
"ہم کیا کھانا کھا کر شادی میں جائیں گے؟"

"بھوک لگ رہی ہے نا؟"
"لگ تو رہی ہے۔ اتنا گھوم بھی تو لیے۔ تھکن بھی ہو رہی ہے۔ شادی میں جانے کے پہلے کون شاپنگ کرتا ہے۔"

"ہم نے کر لی۔ کوئی رولز تو ہیں نہیں کہ شادی میں جانے سے پہلے شاپنگ نہیں کر سکتے۔"
"ریستورنٹ میں تو اس ڈریس میں تھوڑا اوور لگے گا۔" اب نئی فکر لاحق ہوئی۔
"چلو بھی۔ کین میں بیٹھیں گے۔" کیسے کہتا کہ لوگوں کا اسے گھورنا برداشت نہیں ہو رہا۔

رخصتی کو ڈیڑھ ماہ ہو رہا تھا۔ ابھی تک دونوں میں جھجک باقی تھی۔ مونس کے سامنے وہ تھوڑا کم ہی بولتی تھی۔ خاموشی سے اس کے کام پنا دیتی۔ کچھ پوچھتا تو جواب دے دیتی۔ لیکن اس کے فطری بے دھڑک انداز سے مونس اب تک محروم تھا۔ آج تقریباً دو گھنٹوں سے ساتھ گھوم رہے تھے۔ دھیرے دھیرے تکلف کم ہو رہا تھا۔

پہلے سوپ آرڈر کیا۔ سوپ پینے تک اس کی زبان رواں ہو گئی تھی۔ جو تھوڑی بہت جھجک باقی تھی، وہ بھی دور ہو گئی تھی۔ پھر اس کے بعد کی ڈشز آرڈر کرنے کے لئے اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ ہانیہ کو جب بھوک لگتی تھی، تو غضب کی لگتی تھی۔ اب باہر کھا ہی رہے تھے تو من بھاتی ساری چیزیں آرڈر کرنے میں کیا حرج تھا۔ کون سا اسے ادائیگی کرنی تھی۔ کھانا اور باتیں ساتھ ساتھ ہو رہی تھیں۔ بلکہ یوں کہنا بہتر ہو گا کہ وہ کھاکر رہی تھی اور باتیں زیادہ کر رہی تھی۔ اس کا کھانا ایسے ہی ہوتا تھا۔ آرام سے، گپیں ہانکتے ہوئے۔ مونس اس کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر جب اس کا کھانا ہو گیا تو اور بولتے بولتے کچھ تھک سی گئی تو اسے خیال آیا۔

"ساڑھے دس بج رہے ہیں۔ ہم کیا شامیانہ سمیٹنے جائیں گے؟"

"شادی نہیں ہے بے وقوف لڑکی۔ میں نے بہانہ کیا تھا تمہارے ساتھ باہر آنے کے لیے۔"

"تو اس میں جھوٹ بولنے والی کیا بات تھی؟ کسی نے منع تو نہیں کرنا تھا۔"

"تم سارا وقت یا تو اوٹ پٹانگ حرکتوں میں مصروف ہوتی ہو یا امی کی گود میں گھسی ہوتی ہو۔ میرا ذرا خیال نہیں۔"

"اچھا جی۔ اب میری اور چچی کی دوستی کو نظر نہ لگائیں۔ اور سارے کام کرتی ہوں میں آپ کے۔ نہ کروں تو امی ڈانٹنا شروع ہو جاتی ہیں یا آپ کے خزرے شروع ہو جاتے ہیں کہ کسی کو میرا خیال نہیں۔ خبردار جو فضول شکایت کی۔" فورک ہاتھ سے رکھ کر وہ ایک دم ریڈی ہو گئی لڑنے کو۔

"کام کے علاوہ؟" مونس نے سکون سے پوچھا۔

"کام کے علاوہ کیا؟" سامنے بھی عقل مند اوّل خاتون تھیں۔

"یار ہم بات نہیں کرتے۔ کبھی میں کام میں مصروف ہوتا ہوں، تم سو جاتی ہو۔ کبھی میں انتظار کرتا رہ جاتا ہوں اور تمہیں امی سے فرصت نہیں ملتی۔ میں نے سوچا شاید باہر آکر تم مجھ پر توجہ دو۔"

"ایویں ہی، خوا مخواہ۔" اسے ڈھیر ساری شرم آئی۔ بد تمیز انسان۔

اچھا پھر مجھے شکایت کا موقع نہ ملے۔ انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

"کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" اس نے بات بدلی۔ کھانا ختم کرتے کرتے گیارہ بج گئے۔

"اب ہم لانگ ڈرائیو پر جائیں گے۔" مونس نے کہا۔ ہانیہ کچھ نہ بولی۔ اسے بھی اچھا لگ رہا تھا۔ پہلی بار تھا کہ دونوں اکیلے آؤٹنگ کے لئے آئے تھے۔ اس کے پاس دنیا بھر کی باتیں تھیں کرنے کو۔ مونس بھی باتیں کرنے کے موڈ میں تھا۔ کالج اور آفس کے قصے شیئر کیے گئے۔ پسند ناپسند پوچھی گئی۔ فیوریٹ کمر، میوزک، کھانا۔ ڈرائیو کرتے ہوئے وہ محویت سے سنتا رہا۔ ہانیہ خاتون بولے جا رہی تھیں۔ شاید زندگی میں پہلی بار کوئی بنا رو کے ٹوکے سن رہا تھا۔ آخر کار وہ تھک سی گئی۔ اور پھر وقت کا خیال آیا۔

"بارہ بھی بج گئے۔ مونس، چلیں گھر۔"



"کل تم لوگ کب آئے تھے واپس۔ میں تو سو گئی تھی۔"

"ایک بج رہے تھے۔ جب ہم پہنچے۔"

"کیسا تھا فنکشن۔ دلہن کیسی تھی؟" چچی کا اشتیاق، ٹپیکل خاتونی انداز۔

"ہم شادی میں نہیں گئے تھے چچی جان۔ پہلے شاپنگ کی، پھر کھانا کھایا، اس کے بعد لانگ ڈرائیو اور گھر واپس۔"

"ہائیں؟"

"جی۔ آپ کے صاحبزادے کو گھمانے لے جانے کا کہتے ہوئے شرم آرہی تھی، اس لیے شادی میں جانے کا بہانہ کیا تھا۔" اس نے سکون سے بتایا۔



مونس تھکا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ لاؤنج خالی تھا۔ دادی کے کمرے میں جھانکا۔ وہ آرام کر رہی تھیں۔ بچن سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔ اس نے سوچا کہ چائے کا کہتے ہوئے اوپر جائے۔

"بھیا کو کانسرٹ وغیرہ پہ جانا بالکل پسند نہیں ہے۔" فائزہ کی آواز آئی۔

"تمہارے بھیا تو ہٹلر ہیں۔ یہ نہیں پسند، وہ نہیں اچھا لگتا۔ ہر وقت تیوری پہ بل۔ ہر وقت نکتہ چینی۔"

ہنی کی بات پہ وہ تپ ہی تو گیا۔ دھاڑ سے دروازہ کھول کر بچن میں داخل ہوا۔

"تمہیں بالکل بھی تمیز نہیں ہے، شوہر کے بارے میں ایسے کہہ رہی ہو؟"

گو آواز دھیمی تھی، مگر لہجہ بہت سخت تھا۔ ہانیہ کا دل بھر آیا۔ کچن میں فائزہ کے علاوہ پروین بھی تھی۔ دونوں فوراً پلٹ کر اپنے کام میں مصروف ہونے کی اداکاری کرنے لگیں۔ اس نے چولہا بند کیا اور تن فن کرتی اوپر چلی گئی۔

"پلیز فائزہ، چائے تو بنا دو میرے لئے۔" نارمل لہجے میں کہہ کر وہ بھی باہر نکلا۔ کمرہ میں داخل ہوا۔ ہانیہ دھلے کپڑوں کا ڈھیر بیڈ پر رکھے، پاس ہی کھڑی تھی۔

"کبھی تو سوچ کر بولا کرو۔ ہر وقت بولتی رہتی ہو، مجھے بالکل پسند نہیں۔"

کچھ پسند بھی ہے آپ کو؟ وہ جھنجھلاتے ہوئے کپڑے تہہ کر کے رکھ رہی تھی۔

"بد تمیزی نہیں کرو۔"

"اور وہ جو آپ نے سب کے سامنے مجھے اتنی زور سے ڈانٹا ہے، وہ بہت تمیز داری ہے؟"

اس نے کرتا ہاتھ سے رکھا اور دھپ سے بیٹھ گئی۔ آواز روہانسی ہو گئی، ویسے بھی آنسو تو اس کی پلکوں پہ ٹکے رہتے تھے۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ مستقبل میں، میں کمرہ میں بلا کر، تنہائی میں، کان میں سرگوشی کر کے ڈانٹوں گا۔" مونس بھی سنجیدگی سے آکے اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"لیکن ڈانٹنا ضرور ہے؟"

"ہاں۔"

"چائے لیکر آتی ہوں۔"

کہہ کر وہ باہر بھاگی۔

"ہائے، اسے کبھی رومانس کی سمجھ نہیں آئے گی۔" مونس نے سر جھٹکا اور فریش ہونے کے لئے باتھ روم میں گھس گیا۔

"ہائے، اتنی جلدی غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا اور رومانس بھی سوچ گیا۔" کچن کی طرف جاتے ہوئے ہانیہ سوچ رہی تھی۔



"کب تک کام کرنا ہے مونس؟"

"کیوں بھی؟ تم سو جاؤ۔ مجھے اور وقت لگے گا۔ تھوڑا کام اور رہتا ہے۔"

"مجھے روشنی میں نیند نہیں آتی۔ آپ کام بند کریں۔ کل کر لیجیے گا۔ ابھی تو پلیز لائٹ آف کر دیں۔" اس نے چڑچڑے لہجے میں کہا تھا۔

"یہ ضروری ہے یا۔ ختم کرنا ہے مجھے آج۔ تم آنکھیں ڈھک کر سو جاؤ نا۔"

وہ چڑھی تو گئی۔ کچھ دیر تک غصہ سے اسے گھورتی رہی۔ مونس پہ خاک اثر ہونا تھا۔ اس نے دوپٹہ گلے میں ڈالا، موبائل لیا اور چپل پہن کر باہر نکل گئی۔

بہت غصہ تھا، تو پھر؟ دادی کی بات یاد آئی سو پہلے کچن میں جا کر پانی پیا۔ وہیں کچن ٹیبل کی کرسی سرکار کر بیٹھ گئی۔

پتہ نہیں کون شوہر ہوتے ہیں، جنہیں اپنی بیویوں کا خیال رہتا ہے، اور ان کی ہر بات مانتے ہیں۔ کیا کروں؟ واپس کمرے میں جانا تو دور، مونس کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ ڈریسنگ روم میں کافی گنجائش تھی۔ لیکن ہاتھ روم تو شیر کرنا پڑتا۔ امی کے کمرہ میں جاتی تو سو باتیں سننے کو ملتیں، اور فوراً "کمرہ میں واپس جاؤ" کا حکم مل جاتا۔

"اپنا کمرہ"، خیال آتے ہی وہ خوشی سے اچھل سی پڑی۔ اسکا اور دانیہ کا مشترکہ کمرہ ان دنوں خالی تھا۔ دانیہ اپنی سیہلی کی شادی میں لکھنؤ گئی ہوئی تھی۔

اس نے پانی سے جگ بھرا۔ ایک گلاس مع ڈھکن، ایک پلیٹ میں کچھ نمکو، اور بسکٹ کا ایک پیکٹ۔ ٹرے میں سجا کر اپنے پرانے کمرہ میں چلی گئی۔ کافی دیر تک جلتے بھنتے کروٹ بدلتی رہی۔ آخر نیند نے جھنجھلاہٹ پر غلبہ پا ہی لیا۔

پتہ نہیں کتنا وقت گزرا تھا، موبائل کی تھر تھراہٹ سے نیند ٹوٹی۔ مونس کی کال تھی۔ اس نے کچھ سیکنڈز سوچا اور پھر کال ریسیو کر لی۔

"جی؟"

"کہاں ہو؟ سونا نہیں ہے۔ کب سے ڈھونڈ رہا ہوں۔"

"کہیں بھی ہوں، آپ کو کیا۔ آپ کام کیجیے اپنا۔"

کھٹ سے فون بند۔ تھوڑی دیر بعد دستک ہوئی۔ ساتھ ہی فون بجا۔ مونس کا میسج تھا۔
"دروازہ کھولو۔"

اس نے ایک گہری سانس لی، اور دروازہ کی طرف گئی۔ دروازہ کھلتے ہی مونس اسے ایک سائیڈ کر کے کمرہ میں داخل ہوا اور آرام سے بیڈ پر لیٹ گیا۔

"تو یہ ہے تمہاری پناہ گاہ۔"

"جی ہاں۔ اور کیا کرتی۔ ایک تو پکڑ کر گھر میں شادی کروادی میری۔ اور لڑکیوں کی طرح میں میکہ بھی تو نہیں جاسکتی۔"

"تمہیں تو خوش ہونا چاہئے۔ میکہ سسرال ایک ہی جگہ ہیں۔ ورنہ اگر ابھی تمہیں میکہ جانا ہوتا تو اتنی رات گئے کیسے جاتیں۔ رات بھر تو برداشت کرنا ہی ہوتا۔"

مونس نے اطمینان سے اسے جھلسایا۔ بات سچ تھی، اس لئے بری طرح کھلی۔ اس کی آنکھ میں آنسو آگئے۔ مونس بوکھلا گیا۔

"ارے، رونے کی کیا بات ہے۔ اور صرف لائٹ بند نہیں کی تو تم میکہ جانے کا سوچنے لگیں۔۔۔ ایسا بھی کیا۔ میں تو کام کر رہا تھا، ضروری۔ کب سے ڈھونڈ رہا ہوں۔ یہاں آکر بیٹھی ہو۔"

بہت سے جملے بے ربطی سے ادا کیے۔ اسے روتے دیکھ یوں ہی گھبرا جاتا تھا۔ ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔ ہانیہ بی بی رونے میں مصروف تھیں۔ سر اٹھا کر کہا۔

"آپ کو میرا خیال نہیں ذرا بھی۔ آپ کام اسٹڈی میں بھی کر سکتے تھے، مجھے سونا تھا۔"

"ارے یار، مجھے کیا پتہ تھا تم اتنا برا مناؤ گی۔ خیال نہ ہوتا تو اتنی دیر تک ڈھونڈتا تمہیں۔ ڈرینگ روم میں دیکھا۔ کچن میں گیا۔ لاؤنج چیک کیا۔ پھر امی کے روم میں بھی جھانکا۔ ابھی تائی امی کے پاس آنے والا تھا تو خیال آیا یہاں بھی دیکھ لوں۔ شکر کہ تم مل گئیں، ورنہ تو میں شور مچا کر سب کو جگانے والا تھا کہ میری بیوی کھو گئی ہے۔" اس نے مبالغہ آرائی کی۔ ہانیہ کے آنسوؤں کی روانی تھوڑی کم ہوئی۔

"چپ ہو جاؤ یار، بس بھی کرو۔ ورنہ میں بھی رودوں گا ساتھ۔"

"بس اب زیادہ لفاظی نہ کریں۔" وہ بے ساختہ بولی۔

"چلو اب ناراضی ختم کرو، اور اپنے کمرہ میں چلو۔ یہ ٹرے بھی لئے چلتے ہیں۔ مجھے بھی بھوک لگی ہے۔ تھکا دیا تم نے مجھے۔"



اس کا فائنل ہوتے ہی فاطمہ پھوپھو کا کال آگیا کہ وقاص کو کمپنی کی طرف سے شکاگو جانا ہے۔ شادی ہو جاتی تو دانیہ ساتھ چلی جاتی۔

جھٹ پٹ شادی ہوئی تھی۔ پھر وہ لوگ گھومنے چلے گئے ایک ہفتہ کے لئے۔ سب نے منع بھی کیا تھا کہ شکاگو تو جانا ہی ہے۔ وقاص کا کہنا تھا کہ شکاگو جا کر وہ کام میں مصروف ہو جائے گا اور گھومنے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس لئے ابھی گھومنے ضرور جانا ہے۔



دانیہ کچھ دیر پہلے ہی آئی تھی۔ ہانیہ کو اس سے ملنے کی بے چینی تھی، دیگر بہنوں کی طرح۔ باتیں کرتے ہوئے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ امی آگئیں۔ دانیہ وہاں کے قصے سنا رہی تھی۔
"تم خوش تو ہونا دانیہ؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟ تمہارے ساتھ وقاص خیال رکھتا ہے تمہارا؟ نبیلہ خیال رکھتی ہے؟"

امی کے سوالات شروع ہو گئے۔

"میں بعد میں آ جاؤں گی دانیہ تم امی کو اپنی خیریت بتاؤ۔" وہ اچانک ہی بولی اور اٹھ کر چلی گئی۔ دانیہ نے سوچتی نظروں سے اس کا تعاقب کیا۔

"امی ہنی خوش ہے؟"

"اس کو کیا ہو گا۔ تم بتاؤ۔۔"

اس کے پہلے کہ وہ پھر شروع ہو جاتیں، دانیہ نے ٹوک دیا۔

"ہنی کی شادی پر آپ نے یہ سوال پوچھے تھے؟ کہ وہ خوش ہے یا نہیں۔"

"اپنی چچی کے گھر بیاہی گئی ہے۔ سارا وقت نظر کے سامنے رہتی ہے۔ اسکی کی خیریت کیا پوچھنا۔"

امی برا مان گئیں۔

"میں بھی آپکی رشتہ کی نند کے گھر گئی ہوں۔ روزانہ فون پر بات چیت کرتی ہوں۔ پھر مجھ سے اتنے

سوالات کیوں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ نبیلہ پھوپھو، چچی امی کے مقابلے میں سخت ہیں یا بری ساس ثابت

ہوں گی؟"

"تم تو ہانیہ کی زبان بولنے لگی ہو۔" امی تنک کر اٹھ گئیں۔

دانیہ کو چین نہ آیا۔ ہانیہ کی رخصتی کو آٹھ ماہ ہو رہے تھے۔ کسی نے اس طرف دھیان دیا ہی نہ تھا۔ گویا فرض کر لیا تھا کہ سب ٹھیک ہے۔ اس نے رات رکنے کا فیصلہ کیا، جب کہ وقاص اسے اپنے تایا کے گھر لے جانا چاہ رہا تھا۔ اسے اپنی پگلی سی بہن کا وہ تلخیہ انداز چھ رہا تھا۔

"مونس بھائی بات کرنی تھی۔" روم کا دروازہ نہ کر کے وہ اجازت کی طالب ہوئی۔

"آؤ دانیہ۔ کب آئے تم لوگ واپس؟ وقاص کیسا ہے؟" خوشگوار انداز میں مونس بولا۔

"سب ٹھیک ہے۔ آپ بتائیں ہانیہ ٹھیک ہے؟" دانیہ نے خود بھی محسوس کیا کہ اس نے بالکل ہانیہ کی طرح لٹھ مار انداز میں پوچھا ہے۔ شاید کچھ باتیں اسی طرح کی جاتی ہیں۔ اسے ہانیہ درست لگی۔

"کیا ہوا اسے۔" مونس ایک دم پریشان ہوا۔

دانیہ نے دوپہر کا قصہ سنایا۔

"ہم نے زیادتی کی ہے مونس بھائی۔ کبھی اس طرف دھیان نہیں دیا۔ بس فرض کر لیا کہ سب اچھا ہے۔ میں آپ سے صرف یہی بات کرنے آئی ہوں۔ ہنی بہت بدلی ہوئی لگی مجھے۔ بہت بے فکر تھی پہلے وہ۔ یہ تلخی پہلی بار دیکھی ہے میں نے۔ پریشان سی تھی۔"

"فکر نہ کرو۔ وہ پریشان ہونے والوں میں سے نہیں، پریشان کرنے والوں میں سے ہے۔" مونس نے بدقت مسکرا کر اسے تسلی دی۔ وہ خود شبہ میں پڑ گیا تھا۔ بظاہر ہنستی بولتی، جھگڑتی، سب کا خیال رکھتی، کیا وہ واقعی اندر سے کسی محرومی کا شکار ہو رہی تھی۔



"دانیہ آئی تھی۔"

مونس کی آواز پر اس کے لوٹن لگاتے ہوئے ہاتھ رک گئے

"ہاں ملی ہوں میں۔ مختصر اُکہہ کر وہ بوتل بند کرنے لگی۔ مونس نے بوتل ہاتھ سے لے لی۔

پریشان تھی وہ تمہارے لئے۔ مونس تھوڑی سی کریم لے کر نرمی سے اس کے ہاتھوں کا مساج کرنے لگا۔

"خام خیالی ہے آپ کی۔ میرے لئے کوئی پریشان نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے کہ ابو نے مجھے کہیں پڑا ہوا پایا تھا یا گود لیا تھا۔"

"ہنی۔" غصہ سے ٹوکا۔ پھر نرمی سے بولا۔

"ایسے نہ کہو۔ ہم سب تمہارا اتنا خیال رکھتے ہیں۔ امی ابو انس فائزہ۔ جان چھڑکتے ہیں سب۔ دانیہ بھی۔ تمہاری بہن ہے۔ چچی امی کا تم جانتی ہو۔ ہمیشہ سے ون ٹریک مائنڈ رہا ہے۔ ایک بات کو ہی سوچتی ہیں اور باقی سب اگنور کر دیتی ہیں۔ اب اتفاق سے تم کبھی اس ٹریک کا حصہ نہیں رہیں۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں سمجھا رہا تھا۔

"یوں کہیں کہ اتفاق سے میں ہمیشہ اگنور ہوتی رہی۔" اس نے ٹکڑا لگایا، جسے وہ سہولت سے نظر انداز کر گیا۔

"اور کوئی خیال رکھے نہ رکھے، میں جو ہوں اپنی جان پر جان لٹانے کے لئے۔" اس بار جذباتی لہجہ تھا۔

"بس اب ایسا کھلا ہوا جھوٹ نہ بولیں۔"

آنکھ میں آنسو لیے اس نے تڑ سے بات کاٹی۔

"مجھے پتہ ہے کہ آپ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔"

"ہاں اس وقت تو میں سچ میں راضی نہیں تھا۔"

وہ آرام سے مان بھی گیا۔ اتنے یقین سے کہی کوئی بات، وہ بھی سچ، جھٹلاتا تو کیسے۔

"لیکن پھر میں نے بہ راضی و رضا رخصتی کروائی تھی۔ تم البتہ نہیں مان رہی تھیں۔" سارا الزام اس پر رکھ کر بری الذمہ ہوا۔

"ہاں جی۔ آپ جو ففتھ سمسٹر تک رکنے کو تیار تھے اور۔۔۔" آگے کی بات منہ میں دبالی۔

"اور۔۔۔؟"

"کچھ نہیں۔ آپ مجھے نہیں سمجھ سکتے۔"

"اچھا اب سو جاؤ۔ اور آئندہ ایسا نہ سوچنا۔ اور رونا بالکل نہیں۔" دوبارہ آنسو اٹھتے دیکھ کر وہ فوراً بولا تھا۔



دانیہ کی باتوں نے اسے خواہ مخواہ کہ خلش میں مبتلا کر دیا تھا۔ ہانیہ تھوڑی دیر پہلے ہی سوئی تھی۔ کیا سچ میں یہ شادی سے خوش نہیں ہے؟ اس کا انداز اب بھی ہمیشہ کی طرح لاپرواہ ہوتا تھا۔ انس اور فائزہ

کے ساتھ نوک جھونک چلتی رہتی تھی۔ ابو امی کے کام، مونس کی ذمہ داریاں سب بڑے احسن طریقے سے نبھاتی تھی۔ لیکن کیا وہ خوش تھی۔ کام کرنا اپنی جگہ، لیکن رویہ بیویانہ نہیں ہوتا تھا۔ کمرہ میں جب وہ ساتھ ہوتے تھے تو وہ شرمائی ہوئی ہوتی تھی۔ سرد مزاجی نہیں تو گرم جوشی بھی نہیں ہوتی تھی۔ مونس سرگوشیاں کرتا، وہ نظریں جھکا کر مسکراتی۔ صبح دونوں آشنا جینی بن جاتے۔

شاید وہ مجھ سے شادی پر خوش نہیں؟ لیکن دانیہ فائزہ وغیرہ تو اس کا مذاق اڑاتے تھے کہ رشتہ کی بات سن کر وہ کس طرح اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی تھی۔ تو کیا فائنلز کے پہلے رخصتی سے اب تک ناراض ہے؟ دفع کرو۔ خدا بھلا کرے دانیہ کا۔ لے کر مجھے پریشان کر دیا۔ بڑی مشکل سے اسے نیند آئی تھی۔

"کل مجھے دو تین دن کے لئے بنگلور جانا ہے۔ میری پیکنگ کر دینا پلیز۔ کپڑوں کی لسٹ میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی ہے۔ اگر دھلے نہ ہوں تو آج ہی دھلنے میں ڈال دینا۔"

آفس کی تیاری میں مصروف اطلاع دی۔ ہانیہ نے اس کی ٹائی اور والٹ موبائل کے ساتھ رکھا۔ ایک نظر دیکھا۔ اور "ٹھیک ہے" کہہ کر باہر نکل گئی۔

عموما وہ نوٹس نہ کرتا لیکن دانیہ کی باتوں کا اثر تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ ہانیہ نے کچھ ری ایکٹ نہیں کیا۔ شاید ناشتہ کی تیاری میں مصروف ہے۔ خود کو تسلی دی۔



دوپہر میں روانہ ہو کر پانچ بجے وہ بنگلور پہنچا۔ فون نکالا کہ گھر پر اطلاع دے دے۔ پھر سوچا کونسا وہ منتظر ہوگی۔ ہوٹل میں چیک ان کر کے فریش ہوا اور آرام سے سو گیا۔ تین گھنٹوں بعد اٹھ کر ڈنر آرڈر کیا۔ اور مووی دیکھنے لگا۔ مووی میں مگن اسے وقت کا اندازہ نہ ہوا۔

فون کی بیل پر اس نے وقت دیکھا۔ ساڑھے نو بج رہے تھے۔ ہانیہ کی کال تھی۔

"کہاں ہیں آپ۔" سلام دعا ندارد۔

"روم میں ہوں، سو رہا تھا۔" ٹی وی میوٹ کیا۔ اس کے جارحانہ انداز پر وہ گلی فیل کرنے لگا تھا۔ غلطی تو ہوئی تھی۔ بلکہ دیدہ و دانستہ کی تھی۔

"آپ ڈائے ہارڈ فور دیکھ رہے ہیں۔"

کافی تیز سماعت اور یادداشت تھی، جو فون پر ایک دو لائنز سن کر مووی کا بالکل درست اندازہ لگایا تھا۔

"اوہ۔۔۔ ہاں۔۔۔ بس۔۔۔" مونس سے بات بنائے نہ بنی۔

"ٹھیک ہے۔ آپ مووی انجوائے کریں۔ ادھر لوگ فکر میں مرتے رہیں۔" کھٹ۔ فون بند۔
 مونس کو سمجھ نہ آیا کہ وہ خوش ہو کہ ہانیہ اس کے لئے فکر مند ہے، یا فکر مند ہو کہ وہ ناراض ہو گئی ہے۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کال بیک کیا۔ بیل بجتی رہی۔ دوسری طرف ناراضگی شاید شدید تھی اس لئے فون نہیں اٹھایا۔ کچھ دیر بعد غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ تب کال کروں گا ویسے بھی اس وقت تو وہ ڈنر کے بعد برتن وغیرہ سمیٹنے میں مصروف ہوگی۔
 ایک گھنٹے بعد اس نے پھر کال کی۔ دو تین بار پوری پوری بیل گئی، مگر فون نہیں اٹھایا گیا۔ اس بار اس نے فائزہ کو فون کیا۔

"ذرا اپنی بھابھی سے بات کرواؤ۔ اس کا فون بند جا رہا ہے۔" رعب سے کہا۔
 "جی بھیا۔"

"ہانیہ! بھیا کا فون آیا ہے۔ بات کر لو۔ تمہارا فون بند۔۔۔" فائزہ بولتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اسے فون پر مصروف دیکھ کر چپ ہو گئی۔
 ہانیہ گڑبڑا گئی۔

"اوہ۔۔۔ ہاں۔۔۔ ابھی چارج کر کے سٹارٹ کیا ہے، بند تھا۔ میں کال کرتی ہوں انہیں۔ تم نے پوچھا، سب خیریت ہے؟"

"بھیا نے تو سلام کے فوراً بعد تم سے بات کرنے کا کہا۔ اب ہم کہاں یاد آئیں گے۔ چار دن میں بدل دیا میں بھائی کو۔"
 فائزہ نے مصنوعی دکھ سے کہا۔

"ذرا دفع ہو جاؤ تو میں بات کروں تمہارے بھیا سے۔ انہیں اور بدلنا ہے ابھی۔" ہانیہ نے بھی بے مروتی کی حد کر دی۔

"ٹھیک ہے بھابی جان۔" بھابھی جان پہ زور دیا۔ چچی کی تاکید کے باوجود انس اور فائزہ اسے نام سے ہی بلاتے تھے۔
 اس کے جانے کے بعد وہ دوبارہ فون پر گیم کھیلنے لگی۔ مونس کو کال کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ دو منٹ گزرے ہوں گے کہ مونس نے پھر کال کی۔ شاید فائزہ نے بتا دیا تھا۔ کال ریسپو کر لی۔ کہا کچھ نہیں۔

"السلام علیکم۔" مونس نے ہی پہل کی۔
 "وعلیکم السلام۔" جواب تو فرض تھا۔
 "کیسی ہو۔"

"مووی ختم ہوگئی آپ کی؟"

"ہاں۔۔۔ میں ویسے بھی چاہ رہا تھا کہ رات میں تمہیں کال کروں۔ دن میں تو تمہیں میری یاد آئے گی نہیں۔ ابھی کی بات اور ہے۔" مونس نے ذومعنی لہجہ میں کہا۔
 وہ شرم سے سرخ ہوئی۔ بے شرم انسان۔
 "کچھ بھی۔" بدقت دو لفظ کہے۔
 "کیوں، نہیں کروگی مس؟"
 "نہیں"

"مرے بنائیند آجائے گی؟"

"بالکل"

"کھانا کھایا۔" بات بدلی۔

"ہاں۔"

"باقی سب لوگ ٹھیک ہیں۔"

"جی۔"

یک لفظی جوابات سے شاید ناراضگی کا اظہار کیا جا رہا تھا۔

"اچھا سوری یار۔ مجھے لگا تمہیں میری فکر نہیں ہوگی۔ میں نے بھی بے وقوفی کی۔ فون کرنا چاہیے تھا مجھے۔ سوری نا۔"

دھیمی آواز میں معذرت کی۔ معذرت کا اثر تھا یا دوری کا اچانک احساس، اس کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔
 "میں بہت مس کر رہا ہوں تمہیں۔"

"وہ دھیمے سے بولا۔ ہانیہ مزید ایمو شنل ہوگئی۔"

"ہانیہ، کچھ تو کہو یار۔"

"گھر پر سب کو لگ رہا تھا کہ آپ نے مجھے کال کر کے بتایا ہو گا۔ سب مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ میں کیا کہتی؟ آپ کو بالکل بھی خیال نہیں آیا؟ میں اتنا پریشان ہو گئی تھی۔ خدا نخواستہ۔۔۔" جذبات اپنی جگہ، لیکن فی الحال ناراضی بھی توجہ تانی تھی۔

"ارے بیوی۔۔۔ اب تم سے اتنا دور ہوں اور تم رو کر مجھے پریشان کر رہی ہو۔ بدلہ لے رہی ہو؟" جان بوجھ کر کہا اور حسبِ توقع اثر ہوا۔

"میں کیوں بدلہ لوں گی۔ مجھے فضول شوق نہیں ہیں۔ آپ اور آپ کے بھائی بہن سب بدتمیز ہیں۔" رونا روک کر کہا۔

"کیا کہا انہوں نے۔"

"انس بدتمیز۔ میں پیاز کاٹ رہی تھی۔ آنسو بہہ رہے تھے۔ کہتا ہے کہ بھیا کو یاد کر کے رو رہی ہیں۔ اور فائزہ کہہ رہی تھی کہ بھیا نے فون کر کے تم سے بات کرنے کا کہا ہے اور تم نے بھیا کو بدل دیا ہے۔ اب انہیں کیا پتہ کہ آپ کو میرا ذرا خیال نہیں۔"

"ہے میری جان۔ بس ہو گئی غلطی۔ اب معاف کر دو۔ اور مسکرا دو۔"

"آپ کو کون سا نظر آئے گا۔" روٹھے لہجے میں کہا۔

"محسوس تو ہو گا۔"

وہ بہل گئی تھی۔ پہلی بار ایک دوسرے سے دور ہوئے تھے، اور اتنا قریب آگئے تھے۔ یہ ٹرپ بہت فائدہ مند ثابت ہوا۔ سوچتے ہوئے اس نے آنکھیں موند لیں۔ تین دن بعد ملے گا اس سے۔



وہ شکایتیں یا گلہ کرے ،

مگر ایسا شخص ہوا کرے ،

جو میرے لیے ہی سجا کرے ،

مجھ سے ہی باتیں کیا کرے ،

کبھی روئے جائے وہ بے پناہ ،

کبھی بے تحاشہ اداس ہو ،

کبھی چپکے چپکے دبائے قدم ،

میرے پیچھے آ کے ہنسا کرے ،

میری قربتیں میری چاہتیں ،

وہ یاد رکھے قدم قدم ،

میں طویل سفر میں ہوں اگر ،

میری وابستگی کی دعا کرے ،

وہ شکایتیں یا گلہ کرے ،

پر ایسا شخص ہوا کرے

"کس کے لئے لکھ رہے ہیں یہ؟"

مونس کو پتہ نہ چلا وہ کب آکر اس کے پیچھے کھڑی اسے کارڈ پر نظم لکھتے دیکھ رہی تھی۔

اف۔ سارے سر پر ان کا ستیاناس۔

"کس کے لئے لکھوں گا؟" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ تھوڑی خفگی تھی آنکھوں میں۔ تو یہ اب

مجھے پر شک بھی کرے گی؟

"ایسے کارڈ میں سے لکھنے کے بجائے مجھ سے ڈائریکٹ بات کر سکتے ہیں آپ۔ فضول میں کارڈ ضائع کیا۔"

"براہِ راست کہوں، یا کارڈ کے ذریعے۔ تمہیں کون سا سمجھ آتی ہے؟"

"آپ کوشش تو کریں۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے سمجھ آ ہی جائے۔ ہو سکتا ہے بنا کچھ کہے ہی سمجھ آجائے۔"

اکسانے والا لہجہ۔

"سمجھ گئی ہو تو پھر کیوں پریشان کر رہی ہو؟"

"کیوں کہ ہر لڑکی کی طرح میرا بھی خواہش ہے کہ میرا شوہر مجھے چاہے۔ اپنی فیملنگز مجھ سے کہے۔ آپ

تو اتنے کھڑوس اور ان رومینٹک ہیں کہ حد نہیں۔" وہ آنکھوں میں چمک لیے بولنا شروع ہوئی۔

"جب ہمارا نکاح ہوا تھا، تب مجھے لگا کہ بالکل افسانوی زندگی ہوگی میری۔ کزن سے شادی، جو کہ اوپر

سے سنجیدہ لگتا ہے مگر دل ہی دل میں ہیروئن کو چاہتا بھی ہے۔ کہانیوں کے برعکس آپ نے نکاح کے

بعد ملنے کی کوشش نہیں کی۔ نہ کبھی چھیڑا۔ نہ مجھے کوئی گفٹ دیا۔ مجھے لگا کہ آپ کھڑوس ہونے کے

ساتھ ساتھ کنجوس بھی ہیں۔ اب بھی دیکھیں، ایک کارڈ لیا ہے۔ ناولز میں تو کوئی جیولری، پرفیوم یا

ڈریس ہی لے آتا ہے ہیرو۔ کم از کم گجرے تو۔۔۔" وہ اپنے انداز میں بولنے لگی، بنا رکے، بنا سانس لیے۔

اور وہ جو سوچ رہا تھا کہ وہ بدل گئی ہے، اب مسکراتے ہوئے اس کی لن ترانیاں سن رہا تھا۔ سن نہیں رہا تھا، بس اسے تک رہا تھا۔

اس واقعے کے بعد ان دونوں کے بیچ بے تکلفی بڑھ گئی۔ گھر والوں نے بھی محسوس کیا کہ وہ دونوں ہی اب زیادہ خوش رہتے ہیں۔



فائزہ کو کچھ لوگ دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ فائزہ ٹرالی کے ساتھ اندر گئی۔ کچھ دیر بعد ہانیہ سر پر دوپٹہ جمائے سنجیدہ شکل بنائے اندر آئی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔ ماشاء اللہ بیٹیاں بہت پیاری ہیں آپ کی۔ یہ چھوٹی ہے فائزہ سے؟"

"میں بہو ہوں چچی امی کی۔ فائزہ اور مجھ میں دو ماہ کا ہی فرق ہے۔" یہ نہیں کہا کہ بڑا کون اور چھوٹا کون۔ پھر وہ سارا وقت بردبار سی، بڑی بہو ہونے کا ڈرامہ کرتی رہی۔ اور بڑا کامیاب۔

"ماشاء اللہ۔ اچھی تربیت بھی دی ہے آپ نے بچیوں کو۔"

وہ لوگ اپنی رضامندی دے کر اور اپنے گھر آنے کی دعوت دے کر گئے تھے۔ اور اب ہانیہ کہ گل افشائیاں جاری تھیں۔ سر پر جما ہوا دوپٹہ اب صوفہ کے کونے میں پڑا ہوا تھا۔ اور ہاتھ ناشتہ کے آئٹمز سے انصاف کر رہے تھے۔

"فائزہ تم لکی ہو۔ تمہیں ٹرالی والا سین کرنے کو ملا ہے۔ مجھے اور دانیہ آپنی کو تو گھر میں ہی نپٹا دیا۔ ہم کو چائے پیش کرنے کا موقع نہیں ملا۔"

"لو۔ الٹی باتیں کروالو اس سے۔"

"اور نہیں تو کیا۔ شازیہ آپنی کا رشتہ ان کے رشتہ داروں میں طے ہو گیا۔ میرا رات کی چائے کے بعد فائنل ہوا۔ اور دانیہ آپنی کا شازیہ آپنی کی مہندی پر۔ بس بیٹھے بیٹھے رشتہ ہو گئے۔ اب تم ہو جو ٹرالی لے کر آئی ہو۔ بڑی خوش قسمت ہو۔"

امی سر جھکا کر مسکرا نے لگیں۔ اب ہانیہ کی حرکات سے ان کا بلڈ پریشر ہائی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اگر وہ زور سے ہنستیں تو وہ اور شیر ہو جاتی۔
"السلام علیکم۔" مونس داخل ہوا۔

"وعلیکم السلام۔" سب نے کورس میں جواب دیا۔ ہانیہ کے ہاتھ میں کٹلٹ تھا جو وہ ٹمائز کیچپ میں ڈبو کر کھا رہی تھی۔ اس نے گہرے کاہی رنگ کا سوٹ پہنا تھا، جس پر زرد رنگ کی امبرائیڈری بنی ہوئی تھی۔ قمیص کا گلا اتنا گہرا نہیں تھا، لیکن وہ نیچے بیٹھی تھی، اور تھوڑا جھکی ہوئی تھی۔ مونس کو عجیب سا احساس ہوا۔ ہانیہ اپنی فطری لاپرواہی کے ساتھ بیٹھی تھی۔

مونس اس کے پیچھے والے صوفہ پر جا کر بیٹھا۔ یوں کہ صرف جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کر سکتا اور اس نے کی بھی کہ اسے احساس دلائے۔
"دوپٹہ کہاں ہے؟"

"وہ ادھر۔" اس نے صوفہ کی طرف اشارہ کر کے زور سے کہا اور پھر سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔ وہ شرمندہ ہوا۔ امی نے بنا کچھ کہے دوپٹہ اس کو لاکر دیا۔ اس نے اوڑھ لیا۔ سب اچانک ہی خاموش ہو گئے۔
"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" اس نے ماحول بدلنے کو پوچھا۔

"ہنی کو شکایت ہے کہ اسے ٹرائی والا سین کرنے کا موقع نہیں ملا۔" فائزہ نے ترنت جواب دیا۔
"اچھا۔ تو ٹھیک ہے۔ یہ شکایت دور کر دیتے ہیں۔ ابھی یوں سمجھو کہ میں، امی اور فائزہ تمہیں دیکھنے آئے ہیں۔ تائی امی ہمیں اٹینڈ کر رہی ہیں۔ اور تم ٹرائی لے کر آؤ۔"
"سچی میں؟"

"ہاں۔"
"میں ابھی لائی۔" وہ خوشی سے پھولے نہ سائی۔ ہاتھ نشو سے صاف کیا اور کھڑی ہوئی۔ قدم بڑھائے۔
پلازو کے پائینچے میں پیر پھنسا۔ مونس نے فوراً کھڑے ہو کر اس کو سہارا دیا کہ وہ نہ گرے۔
"میں ابھی لائی۔" اس نے دوبارہ کہا۔ وہ سر جھکا کر ہنس دیا۔ ہانیہ نے دروازہ میں پلٹ کر دیکھا۔ وہ اس طرح بے ساختہ ہنستا ہوا بے حد اچھا لگ رہا تھا۔



رات میں وہ لپٹا کر کام کر رہا تھا اور ہانیہ کوئی ناول لیے لیٹی تھی۔

"آج خوش تو بہت ہوگی تم؟"

"امیتا بھ بچن؟"

"تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہوگئی ٹرائی والی۔"

"اور بھی بہت ہیں۔ کیا کیا بتاؤں؟"

"بولو تو سہی۔ جو ممکن ہے وہ تو کر سکتا ہوں۔"

"ہم کہیں گھومنے کے لئے بھی نہیں گئے۔" وہ ٹھکی۔

"ارے تو سمسٹر کے بیچ رخصتی ہوئی تھی۔ کیسے جاتے کہیں؟ پڑھائی کا حرج نہیں ہوتا؟"

"اور سمسٹر کے بعد؟ یا چلیں فائنلز کے بعد؟"

"وہ تو۔۔۔" مونس سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

"فائزہ تو گھومنے پھرنے کے لئے جائے گی۔ شازیہ آپ اور دانیہ آپ بھی گئیں، جب کہ دانیہ آپ کو شکاگو جانا ہی تھا۔ صرف میں ہی رہ گئی۔ آپ مجھے کہیں گھومنے کے لئے نہیں لے گئے۔ نہ کسی نے کہا کہ نئی زندگی شروع ہونے کے پہلے گھوم پھر آؤ۔ ایسا کنجوس شوہر بھی نہ دے اللہ کسی کو۔" یہ موٹے موٹے آنسو بھر آئے آنکھوں میں۔

مونس کو اس کی باتوں پہ ہنسی آئی، لیکن آنسو۔ اف۔

"اچھا، روؤ تو مت۔ فائزہ کی منگنی ہو جائے، پھر ہم چلتے ہیں کہیں۔"

"کوئی نہیں۔ ایسے فرمائش کرنے کے بعد جانے کا کیا فائدہ؟"

"پلیز۔ مجھے کیا پتہ تھا؟"

"آپ کو نہیں پتہ تھا کہ شادی کے بعد کہیں گھومنے جاتے ہیں؟ اور سب نا سمجھ مجھے کہتے ہیں۔"

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ اتنا ضروری ہوتا ہے۔ تم بتاؤ، کیوں جاتے ہیں گھومنے۔"

وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"فوٹوز لینے اور اچھے اچھے کھانے کھانے کے لئے۔" افلاطونی جواب آیا تھا۔

وہ ہنس دیا۔ ہانیہ ایک ٹک دیکھنے لگی۔

"اب کیا ہوا؟"

"آپ ہنستے ہوئے اتنے اچھے لگتے ہیں۔ ہنستے رہا کریں۔"

"اور تم ہر وقت اچھی لگتی ہو، لیکن پلیرز رویا نہ کرو۔ دیکھو، ہماری کتنی اچھی انڈر سٹینڈنگ ہے۔ ہنی مون پر جانے کا مقصد ہوتا ہے کہ نیا شادی شدہ جوڑا ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لے، جان لے، چاہنے لگے۔ ہمیں کیا ضرورت تھی؟ میں تو پہلے ہی اتنا چاہتا ہوں تمہیں۔"

وہ شرمائی۔

"وہ تو پتہ ہے مجھے۔"

"واقعی؟ کیسے پتہ ہے؟"

"بس آنکھیں کہہ دیتی ہیں۔"

"ابھی کچھ کہہ رہی ہیں۔"

"پتہ نہیں۔" وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ وہ ہنسا۔

"خیر۔ رہی بات گھومنے کی تو ہم ضرور جائیں گے۔ انشاء اللہ۔" تسلی دی۔

"پتہ ہے، انس کہتا تھا ہنی اور مون کا ہنی مون۔ جو کہ اب تک پینڈنگ ہے۔" اسے بروقت یاد آیا۔

وہ پھر ہنس دیا۔



شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ سوائے شاپنگ کے۔ اور فائزہ کا سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا۔ ہر لڑکی کی طرح اسے بھی شادی اور شادی کی تیاریوں کو لے کر کچھ توقعات تھیں۔ ہانیہ سے کوئی امید رکھنا عیب تھا۔ دانیہ شکاگو میں تھی۔ شاز یہ کچھ وقت کے لئے اپنے شوہر کے ساتھ بوسٹن گئی ہوئی تھی۔ دونوں شادی کے ایک ہفتے پہلے آنے والی تھیں۔ طاہرہ کے گھٹنوں کا درد پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ دادیوں اور زبیدہ نے "ہمیں نئے فیشن کا نہیں پتہ" کہہ کر جان چھڑالی تھی۔ فائزہ رونکھی ہو گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں فائزہ۔ میں ہوں نا!" ہانیہ نے کہا تو پہلے تو اس نے غور سے دیکھا کہ یہ سچ میں تسلی ہے یا حسبِ عادت کسی مووی کا ڈائلاگ بولا ہے۔ وہ سنجیدہ تھی۔

"ہم دونوں ہیں نا۔ بلکہ نازیہ بھی ہے۔ اسے بھی بلا لیں گے۔ اسے تو ابھی سے یہاں ہی رہنا چاہئے۔ میں اسے کال کرتی ہوں۔" اس نے فون اٹھایا۔

"تھینکس بھابی۔" فائزہ اتنی ایو شنل ہوئی کہ فوراً اٹھ کر گلے لگ گئی۔

ہانیہ مسکرا دی۔ اس کی بھی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔ رونا تو اس کی ہابی ہی تھی۔

"اچھا۔ پرے ہٹو۔ میں نازیہ کو کال کر لوں۔" اس نے خوبصورتی سے بات بدلی اور ماحول میں در آئے بوجھل پن کو دور کیا۔

بہت خوش خوش فون کرنے کے لئے گئی ہانیہ منہ لٹکائے واپس آگئی۔

"کیا ہوا؟"

"نازیہ تو آنے کے لئے تیار تھی، لیکن پھوپھو نے منع کر دیا۔ کہہ رہی تھیں کہ دن بھر چاہے رہے نانی کے گھر۔ رات رکنے کے لئے انکل کی اجازت نہیں ہے۔"

رات آمنہ نے چکر لگایا۔ ساتھ صفدر بھی تھے۔ ہانیہ کو پتہ چلا تو بھاگی ہوئی گئی۔

"کچھ کام ہو تو حیدر کو بتائیں۔" صفدر انکل کہہ رہے تھے۔

"انکل۔ پلیز نازیہ کو رکنے دیں نا۔ ہمیں صرف شاپنگ ہی تو نہیں کرنی ہے۔ پیکنگ وغیرہ بھی رہتی ہے۔ میں اور فائزہ کیا کریں۔ رات کا وقت بھی استعمال ہو جائے گا۔ پھر آخری کے کچھ دن ساتھ رہ لیں گے۔ شادی کے بعد کہاں ایسا موقع ملتا ہے۔" فوراً آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

"اچھا جی۔ آنسو آگئے۔ ہماری بلی ہمیں کو میاؤں۔" وہ ہنسنے۔ کوئی نہ سمجھا کہ اس کا کیا مطلب کیا ہے۔

"ٹھیک ہے بیٹا، تم مصر ہو تو کچھ دن رہ لے گی۔ ابھی تو ایک ماہ رہتا ہے۔ دو ہفتوں پہلے اسے بھیج دیں گے۔ ابھی تو آنا جانا کر لے گی۔ آپ کی پھوپھو اکیلی ہو جاتی ہیں پیچھے۔"

انہوں نے توجیہ پیش کی۔

"یوں تو پھوپھو بھی یہیں رہ سکتی ہیں۔ آپ اور حیدر بھائی بھی۔۔۔ لیکن ٹھیک ہے۔ میں سمجھتی ہوں۔ آپ اپنا وعدہ نہ بھولیں۔ دو ہفتہ پہلے آنا ہے نازیہ نے۔"

اس نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔

"پراس۔"

"تھینک یو انکل۔"



دانیہ اور شازیہ دودن بعد بھوپال پہنچ گئی تھیں۔ شادی کی تیاریاں تقریباً مکمل تھیں۔ ہانیہ نے بڑھ چڑھ کر ہر کام میں حصہ لیا تھا۔ یہاں تک کہ زیورات اور کپڑوں کی شاپنگ بھی تقریباً ساری اس کے مشورے سے ہی کی گئی تھی۔ شاپنگ اور سلائی کا کام مکمل ہوا تو آج وہ لوگ پیننگ کرنے کے لئے بیٹھے تھے۔

"اب مجھے لگتا ہے کہ شاپنگ اتنا مشکل کام بھی نہیں ہے، جتنا میں سمجھتی تھی۔"

جوڑوں کو تہہ کرتے ہوئے وہ بولی تھی۔

"پہلے تم ہر کام سے جان چھڑانے کے بہانے ڈھونڈتی تھیں۔ اب دھیرے دھیرے ہر چیز کی سمجھ آ جائے گی۔"

زبیدہ نے رساں سے کہا تھا۔ وہ اپنی جھلی سی بیٹی کے اس ذمہ دارانہ رویہ سے خوش تھیں۔ اور ان کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ ان کی فکریں بے وجہ تھیں۔ انس بھی ان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اسے لڑکیوں کے کام میں ہاتھ بٹانے کا بڑا شوق تھا۔

اس نے پوچھا۔

"انس۔ تمہارے کپڑے بن گئے؟"

"ابھی تک تو نہیں۔ دیکھتا ہوں، کچھ دن میں جاتا ہوں۔"

"کچھ دن اور؟ دس دن رہتے ہیں شادی میں۔ سنے میں بہت وقت لگتا ہے۔ اگر ریڈی میڈ لینے ہیں تو بھی تبدیلی وغیرہ کروانے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ کل مونس جا رہے ہیں۔ تم بھی ساتھ جاؤ۔ بلکہ ایک سے کپڑے لے لو۔ سارے لڑکے ایک جیسے اور ساری لڑکیاں ایک جیسے کپڑے پہنیں گے۔ کتنا مزہ آئے گا۔" وہ اپنے آئیڈیا سے خود ہی متاثر ہوئی۔

"نہیں بھابی۔ میں نے ٹریڈیشنل پہننے کا سوچا ہے۔ مونس بھائی شاید سوٹ لیں گے۔ ساتھ چلا جاؤں گا۔ آپ بتائیں۔"

کچھ پسند ہو تو میں بھائی کی شاپنگ کو تھوڑا انفلوئنس کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں۔"

اس نے آفر کی۔

"خیر سے ہر طرح اچھے لگتے ہیں مونس۔ کچھ بھی خریدیں۔" وہ اترائی۔



مہندی کی رسم تھی۔ دانیہ اور شازیہ بھی گئی تھیں۔ ہانیہ نے ان کے لئے بھی جوڑے بنا رکھے تھے۔ اس کی خواہش تھی کہ کم از کم ایک فنکشن پر تو سب لڑکیاں ایک جیسے جوڑے پہنیں۔

"بھابھی آٹھ دس لوگوں کے لئے چائے بھجوا دیں۔" حیدر نے کہا تو سب ایک دوسرے کو نا سنجھی سے دیکھنے لگیں کہ وہ کس سے مخاطب ہے۔ ہانیہ ہی سنجھی تھی۔

"اف حیدر بھائی۔ آپ بھی۔"

"ہاں بھئی۔ بھابھی ہو تم۔ تو کیا کہیں گے۔"

"مجھے اتنا شوق تھا کہ سب مجھے بھابھی بلائیں۔ انس اور فائزہ بد تمیز۔ میرے کہنے پر بھی نہیں کہتے تھے۔ اب سب کہہ رہے ہیں تو عجیب سا لگ رہا ہے۔ جیسے میں پرانی ہو گئی ہوں۔ پس طے ہوا کہ انسان کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔" وہ ناک سکوڑ کر بولی۔

"اور نہ ہی اس کی عادتیں بدلتی ہیں۔" شازیہ نے اس کے بال کھینچے، جو اب کاندھوں کی بجائے کمر تک آنے لگے تھے۔



"ہانیہ، ویسے تم نے تو کمال کر دیا بھئی۔ سمسٹر کے بیچ شادی کر لی تھی تم نے۔ کیسے؟ گھر والوں کا پریشر تھا؟" فائزہ کی شادی میں شرکت کے لئے آئی تبسم نے پوچھا تھا۔ یہ اس کی واحد دوست تھی۔ جو اس کے ولیہ میں نہیں آسکتی تھی۔ کالج میں یہ سب پوچھنا نامناسب لگتا، اس لئے آج پوچھ رہی تھی۔

"نہیں ایسا تو نہیں تھا۔"

"میں نے سنا تھا کہ گھر والے سمسٹر کے بعد رخصتی کا کہہ رہے تھے۔ اور تم نے ضد میں کہہ دیا کہ ابھی ہی کر دیں۔" یہ تبسم تھی۔

"ضد میں تو نہیں۔ بہت سوچا سمجھا فیصلہ تھا۔ گھر والے سمسٹر کے بعد رخصتی کا کہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ اگر سمسٹر بعد شادی ہو تو کس کا دل پڑھائی میں لگے گا۔ شاپنگ اور تیاریاں ہی سر پر سوار رہتیں۔ ایگزامز میں کیا ہی لکھتی۔ اس سے بہتر تھا کہ ابھی ہو جائے، تاکہ ایگزامز سر پر آنے تک میں نئی لائف، نئی روٹین میں ایڈجسٹ ہو جاؤں اور پڑھائی پر توجہ دے سکوں۔ دوسرے مونس نے چچی امی کو سچ میں پریشان کر رکھا تھا۔ بس پھر میں نے طے کر لیا کہ آج نہیں تو کل مجھے یہ سب کرنا ہی ہے۔ تھوڑا جلد ہی سہی۔"

اس نے سکون سے کہا۔ اور باہر کھڑے مونس کی جان میں جان آئی۔ وہ تو ڈر رہا تھا کہ پتہ نہیں کیا جواب آئے گا۔

"اور میں نے یہ بھی سوچا کہ کیوں مونس کے صبر کا امتحان لیا جائے۔"

"اوہو، کیا مطلب؟"

"مجھے پتہ چل گیا تھا کہ ان کے ارادے نیک نہیں رہے۔" وہ آرام سے بولی۔

"تو کیا ہوا؟ آخر شوہر۔۔۔" تبسم نے کہنا چاہا تو اس نے بات کاٹ دی۔

"یو نو وہاٹ آئی مین۔ آف کورس ہمارا نکاح ہو گیا تھا، لیکن رخصتی تو باقی تھی نا؟"

"واؤ۔ آج تو حیران کر دیا ہے تم نے۔ بڑی سمجھداری کی باتیں کر رہی ہو۔"

تبسم نے پرستائش انداز میں کہا۔ ہانیہ برامان گئی۔

"لو، تو میں بے وقوف کب تھی؟ نا سمجھ میں پہلے بھی نہیں تھی۔ لیکن کچھ چیزیں نا سمجھ بن کر جتنی آسانی

سے حل ہوتی ہیں، سمجھداری سے بات نہیں بنتی۔"

مونس کے دماغ میں جھماکا سا ہوا۔ وہ سارے واقعات جب اسے لگتا تھا کہ وہ اپنی جلد بازی میں بات بگاڑ

رہی ہے۔ یا بچکانہ ہے۔

شازیہ کی مہندی پر ثروت بوا کو بلانا کہ مجھے چائے بنانی نہیں آتی، تاکہ مونس کے ساتھ اکیلے نہ رہنا پڑے۔

پھر رورو کر وہیں رکنے پر اصرار۔

رخصتی کب ہونی چاہیے، اس بات پر چالاکی کی تھی اس نے۔ اور وہ لوگ سمجھتے رہے کہ جلد بازی میں بول گئی

ہے۔

وہ بے وقوف نہیں تھی۔ بس اپنی سمجھداری بہت سنبھال کر خرچ کرتی تھی۔



ولیمہ سے آکر سب چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ انس اور حیدر نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا۔

"باباجان آپ کو شکایت رہتی تھی نا کہ ہم میں سے کوئی لڑبچہ کی طرف مائل نہیں۔ آج ہماری ایک کاوش دیکھیں۔"

حیدر نے کہا۔

"جی بیٹا، ضرور۔" باباجان پوری طرح متوجہ ہوئے تھے۔ باقی لوگ بھی تھوڑا حیران ہوئے تھے۔

ایک لڑکی بھولی بھالی تھی
 کچھ دیوانی متوالی تھی
 وہ کچھ جھلی، کچھ پاگل تھی
 کچھ سنجیدہ، کچھ چنیل تھی
 تصنع سے انجانی تھی
 تکلف سے بے گانی تھی
 وہ رونے کی شوقین سی تھی
 کچھ رنجیدہ غمگین سی تھی
 جودل میں آئے، کرے بے دھڑک
 جوب لب پہ آئے، کہے بے جھجک
 بحث کی عادت تھی اس کو، لفظوں سے تھی وہ بنی
 یہ نظم ہے اس کی نذر، ہماری پیاری ہنی

سب مسکراتے ہوئے یہ تک بندی سن رہے تھے۔

"بیٹا۔ میں شکر ادا کر رہا ہوں کہ آپ میں سے کوئی ادب کی طرف مائل نہیں ہوا۔ شاعری آپ کے بس کی بات نہیں۔ جو خیالات آپ نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اسے چھوڑ کر مجھے کچھ بھی پسند نہیں آیا۔" باباجان نے سب سے پہلے اپنی رائے دی تھی۔

"تم کہو ہانیہ کیسی لگی نظم۔" انس نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"دوسری بات تو یہ کہ اب آپ لوگ مجھے سمجھنے لگے ہیں۔ آپ صرف مجھ سے پیار ہی نہیں کرتے، بلکہ مجھ پہ بھروسہ بھی ہے، کہ یہ کوئی غلط کام نہیں کرے گی۔ اب آپ لوگ میری طرف سے فکر مند نہیں ہوتے۔ اور پہلی بات یہ کہ یہ میری ہی نظم کا موڈ یفائیڈ ورژن لگ رہا ہے۔ باباجان اس نے چیٹنگ کی ہے۔ میں آپ کو اپنی نظم سناتی ہوں۔ آپ فیصلہ کریں کہ کس نے اچھا لکھا ہے۔" وہ بڑے انداز سے بولی تو سب ہنس دیے۔

بے ساختگی اور صاف گوئی کی عادت بھی کوئی بدل سکا ہے؟

اسے ایسے ہی رہنا تھا۔ کچھ لوگ فطرتاً ہی ایسے ہوتے ہیں۔ انہیں بدلنے کی کوشش یا توقع ہی غلط ہے۔ اگر کوئی زبردستی کرے تو ہو سکتا ہے کہ انسان ٹوٹ جائے۔ یہ ایک سوشل سنگما ہے کہ خوشگوار زندگی کے لئے سمجھدار اور سنجیدہ ہونا ضروری ہے۔ یا یہ کہ جو بے فکر اور لالچالی ہوتے ہیں وہ ہمیشہ خوش باش ہی رہیں گے۔ ان کو کوئی بات بری نہیں لگ سکتی۔ کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ شکر ہے کہ ہانیہ کی فیملی کو یہ احساس ہو گیا تھا۔ لیکن کیا ہر کوئی اتنا خوش نصیب ہوگا؟

---- ختم شد ----

اُف یہ لڑکی : شبانہ مختار

کل صفحات: ۶۴

(Including Front & Back Cover)

شبانہ مختار کے اگلے ناول کی ایک جھلک

چھڑنا نصیب تھا

"تم نے میری بہن کے ساتھ ایسا کیسے کیا؟"

ایک اجنبی عورت نے اس کے بال پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ سویرا تکلیف کی شدت سے چیخی۔ اس کے آس پاس بہت سارے اجنبی چہرے تھے۔ وہ اسے گالیاں دے رہے تھے، مار رہے تھے، نوچ کر رہے تھے۔

"تم عورت ذات پر ایک دھبہ ہو۔" ایک اور زوردار تھپڑ اس کے منہ پر پڑا۔ اتنی طاقت سے کہ اس کا چہرہ دوسری طرف گھوم گیا۔ عورت نے اپنی انگلیاں اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دھنسا دیں۔ سویرا کو ایسا لگا کہ اس کی ہڈی ٹوٹ جائیگی۔

"نہیں۔ پلیز نہ کریں۔ میری کیا غلطی ہے۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔" اس نے چیخنے کی کوشش کی، لیکن آواز نہیں نکلی۔

اس سے تھوڑی دور ایک عورت ایک بچی کو گود میں لیے کھڑی، اسے حقارت سے دیکھ رہی تھی۔

باہر سے ایک مرد آیا اور اس کے شانوں پر ہاتھ پھیلا یا، اور اعلانیہ کہا۔

"ساری غلطی اس کی ہے۔ اسے سزا ملنی ہی چاہئے۔"

اس جملے سے ہونے والی تکلیف، ساری جسمانی تکلیف سے سوا تھی۔ وہ چلا رہی تھی، مدد کے لئے۔ وہ گڑگڑا رہی تھی، رحم کے لئے۔ وہ بھاگنا چاہتی تھی۔ ان سب سے دور۔ لیکن کچھ بھی نہیں کر پارہی تھی۔

Uf Yeh Larki – Shabana Mukhtar

Published by: Sarbakaf Publications

Edited and Compiled by: Shakeeb Ahmad

ABOUT THE AUTHOR

Shabana Mukhtar is a passionate author who is mainly into writing fiction. She can express herself in Urdu, just as well as she does in English.

She is an active blogger and writes about twists & turns of life, honest and cynic opinions on society and its norms, and ways to deal with them. She also writes reviews and critique on books, dramas, and movies. She has written a few flash fictions on her blog. With this book, she forays into full-fledged fiction writing genre.

It is hard to find fiction that not only helps to relax, but also leaves a long lasting impression. It may not necessarily talk about the biggest issues of this world, but will teach small lessons on philosophy of life, tiny things that we tend to overlook in today's fast pace era.

There are several other works in the queue she is working on, including “*Bichhadna naseeb tha*”.

SARBAKAF PUBLICATIONS

SARBAKAF.COM

Email: SarbakafGroup@gmail.com

Whatsapp: +91 8956704184